اسے عید کہتے ہیں

سمیرا حمید

مکمل ناول

''تمہارے گھر آ جاؤں؟'' احمد کی آواز حیرت سے ذرا زیادہ ہی بلند ہو گئی کہ کمرے کے دوسرے سنگل بیڈ پر اوندھے منہ لیٹا سونے کی کوشش کرتا حمزہ بدمزہ ہو گیا۔

''کیا مصیبت ہے؟'' اشارہ احمد کی آواز کی طرف تھا۔

''یار وہ تجھے اپنے گھر بلا رہی ہے۔''

''قصہ دفعان ہو جائے اب سو جا۔''

''تو سو جا مجھے تو کام کرنا ہے۔''

''کام یا چیٹ؟'' اس نے دانت کچکچائے فضول کچکچائے احمد پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

''جو آفر آئی ہے اس حساب سے کام ہی ہوا نہ۔''

''خاموشی سے کر پھر یہ کام، میں غصے کا بہت برا ہوں۔''

''تو ہر طرف سے برا ہے، مجھے الجھا مت خاموشی سے سو جا۔''

''تمہارے ماما پاپا کیا کہیں گے؟'' اس نے ٹائپ کیا۔

''وہ خوش ہونگے۔'' جواب آیا۔

''جوان لڑکا تمہارے گھر آ کر رمضان گزارے عجیب نہیں لگے گا۔''

''مذاق میں کر دی نہ مجھے آفر؟''

''میں بے حد سنجیدہ ہوں۔''

''مروا مت دینا۔''

''مروانے کے لئے اور بہت ہیں، ہاہاہا۔''

''اب مجھے ڈر لگ رہا ہے اور میں بے حد سنجیدہ ہوں۔''

''شیر بہادر بنو یار، اتنی اچھی آفر کو ٹھکرا رہے ہو، تم نے اپنی چچی کے مظالم کے قصے ایسے سنائیں کہ مجھ سے رہا نہیں گیا، بچی ترس آ گیا تم پر۔''

"ابھی تو تجسس سنائیں نہیں چچی کے قصے۔"

"یہ کم ہیں تو میں کم ہی سن کر کانپ اٹھی۔"

"فون نمبر تو دو اپنا۔"

"اب مل ہی لینا نا، جلدی سے طے کرو بس۔"

"سوچنے دو مجھے۔" وہ سوچنے لگا۔

"میں انتظار کروں گی، ویسے ہمارے گھر میں کمال کی افطاری بنتی ہے۔" وہ اسے افطاری کی ڈشیز گنوانے لگی، اب تک چچی کے بدمزہ جلے ہوئے اور بچے ہوئے کھانے ہی کھائے تھے وہی ہر دوسرے دن چنے کی دال، یعنی دال کو گوند نما مقلوبہ اس پر بھی اترانا اور اسے تین چار چھینٹے پلیٹ میں نکال کر دینا، تو عائزہ کی بنائی جانے والی اور اس کے گھر میں بنائی جانے والی ڈشز کے بارے میں جان کر اسے فیصلہ کرنے میں ذرا زیادہ آسانی ہونے لگی۔

"کیا وہ سنجیدہ ہے۔" اگلے دن یونیورسٹی میں حمزہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"لگ تو رہی ہے۔"

"کافی اچھی دوست ہے تمہاری کیا؟"

"یہ بات مجھے کل ہی معلوم ہوئی ہے کہ وہ میری اتنی اچھی دوست ہے پہلے تو وہ صرف دوست تھی، رمضان کی بات سے چچی کی بات چل نکلی اور یہ کہ میں فیصل آباد نہیں جا رہا، تو اس نے فوراً اپنے یہاں آنے کے لئے کہا۔"

"کیا ارادہ ہے پھر؟"

"سوچ رہا ہوں چلا جاؤں۔"

"ملے ہو کبھی اس سے، فون پر بات ہوئی؟"

"کہاں یار، چھ مہینے پہلے ہی ایڈ کیا ہے اسے اپنے اکاؤنٹ میں۔"

"بولتی بہت ہے، خیال ایسے رکھتی ہے جیسے میری اماں ہو، بس پھر ٹھیک ہے تم رہ آؤ اپنی اماں کے پاس۔"

"بکومت۔" ساتھ ایک دھموکا اس کی کمر میں جڑا۔

"تو اور کیا یار، یہ لڑکی عائزہ اتنی اچھی ہے اور میری مامی اور تمہاری چچی جان کا بس نہیں چلتا ہمیں نمک مرچ لگا کر فرائی کر کے کھا جائیں، ویسے یار یہ ساری ہی عورتیں کیا فتنہ بدمزاج اور بدتمیز ہوتیں ہیں، ہم مردوں کے لئے عذاب؟"

"ہاں بھی بدمزاج اور بدتمیز ہوتیں ہیں۔" احمد نے اتنی بلند آواز میں تو ضرور ہی کہا کہ ان کے قریب سے گزرتی فریال سن لے۔

یونیورسٹی آتے ہی جس پہلے شخص سے اس کا جھگڑا ہوا وہ فریال تھی، احمد بہت بری طرح سے اس سے ٹکرا گیا تھا کہ وہ اپنی کتابوں اور نوٹس سمیت کوریڈور میں اوندھے منہ گر گئی اور کوریڈور میں دیر تک قہقہے ابلتے رہے، اس سے بری بات یہ ہوئی کہ وہ احمد کی ہم جماعت نکلی، اس کے گرنے سے جو دشمنی شروع ہوئی تھی وہ تا حال جاری تھی، فریال اسے کچا چبا جانے کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھی، کم احمد بھی نہیں تھا۔

فریال دو قدم آگے جا کر واپس ان کی طرف پلٹی۔

"کیا فرما رہے تھے تم؟" فرما کی جگہ وہ ایک دوسرا لفظ استعمال کرنا چاہتی تھی لیکن آس پاس کھڑے دوسرے سٹوڈنٹس کا لحاظ کر لیا اور اسے یقین تھا کہ احمد نے یہ پھلجھڑی اسے ہی سنانے کے لئے چھوڑی ہے۔

"ویل...... احمد زیادہ ہی اترانے لگا، یہی کہ تمام خواتین انتہائی بدتمیز، بدمزاج، پھوہڑ، نالائق اور فتنہ ہوتیں ہیں اور ہاں ہم جیسوں کے

لئے عذاب بھی، باقی الفاظ کی ادائیگی کے لئے میری زبان مجھے اجازت نہیں دے رہی، ویسے تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

فریال کا جی چاہا کہ کاش وہ کھڑے کھڑے سپر مین بن جائے اور اس بدلحاظ شخص کو اٹھا کر چاند سے زمین پر اتنی زور سے پھینکے کہ اس کے پٹاخے سے سب سوئے ہوئے ہڑبڑا کر جاگ اٹھتے۔

دانت پر دانت جما کر انگلی اٹھا کر اس نے کچھ کہنا ہی چاہا تھا کہ احمد نے یہ موقعہ بھی غصب کر لیا۔

"اتنے سوال اگر تم کلاس میں کرو نا تو میری طرح فسٹ آؤ، کیا خیال ہے؟"

"ہونہہ فسٹ مائی فٹ۔"

"تمہارا فٹ بھی کبھی فسٹ نہیں آ سکتا، ویسے بھی کچھ ٹیڑھا ہے، چلتی ہو تو دائیں طرف کو جھک جاتی ہو، اچھی خاصی ہو علاج نہیں کروا سکتی؟"

"تم ہو گے لنگڑے...... بدتمیز۔" وہ ذرا اونچی آواز میں چلائی، حمزہ نے احمد کو کہنی ماری۔

"احمد پروفیسر صاحب۔" اشارہ فریال کی بیک کی طرف تھا، حمزہ کا اندازہ اتنا سنجیدہ تھا کہ فریال فوراً پلٹی اور وہاں دور دور تک کسی بھی طرح کے پروفیسر کو نہ پا کر غصے سے واپس ان کی طرف گھومی لیکن وہ اسے بھاگتے ہوئے نظر آئے، احمد اسے بائے بائے کر رہا تھا، دل تو اس کا چاہا کہ ان کے پیچھے لپک کر جا کر ٹھیک ان کے سروں پر اپنی وزنی فائل دے مارے پھر اپنے لڑکی ہونے کا خیال آیا اور اسے پرانا خیال ترک کرنا ہی پڑا۔

☆☆☆

"روم نمبر کیوں؟ تم مجھے اپنے گھر کا ایڈریس دو۔"

"میں کار بھیج رہی ہوں۔" جواب آیا جو احمد کو بے حد پسند آیا اتنی لگژری احمد نے کبھی دیکھی نہیں تھی نہ اسے آفر کی گئی تھی۔

ڈرائیور سمیت کار کی آفر آئی تو بے چارہ ناچنے لگانے جیسا ہو گیا روم نمبر اس نے بتا دیا۔

"بہت خوش نظر آ رہے ہو۔" الماری میں سے کپڑے نکال کر بیگ میں رکھتے حمزہ نے جل کر کہا۔

"وہ میرے لئے کار بھیج رہی ہے۔"

"اماں سے بہانہ کراتا ہوں میرا خیال ہے تیرے ہی ساتھ چلتا ہوں۔" وہ جلنے سے جھٹ خوشامدی انداز پر آ گیا۔

"بیگ اٹھا اور اماں کے پاس جا، امیر لوگ زیادہ رش پسند نہیں کرتے۔" احمد نے اترا کر کہا۔

"امیر لوگ ٹٹ پونجیوں سے دوستی بھی نہیں کرتے۔"

"کار آ رہی ہے، دیکھ لینا میری اور اس کی دوستی۔"

"واقع جا رہا ہے تو، اب عیش کرے گا، بیٹھے بٹھائے دوست مل گئی، اتنی فراغ دل کہ گھر بلا رہی ہے، چچی سے جان چھٹی اب تو اٹالین، رشین افطاری کرے گا، سحری میں فریش جوسز اور چکن پراٹھے کھائے گا۔"

"اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔" احمد کو اب موقعہ مل رہا تھا فخر کرنے کا، حمزہ کا جی جل گیا۔

"تیری چچی تو تجھے پاپوں کا چورا دیتی تھیں نا یا بچوں کے بچے انڈے پراٹھے۔"

"تیری مامی تو تجھے یہ بھی نہیں دیتی۔"

"ایسے نہ کہہ یار وہ مجھے گھوریاں، کوسنے، طعنے بوری بھر بھر دیتیں ہیں۔"

"چل پھر بیگ لے کر نکل، گھوریاں کوسنے

باسی نہ ہو جائیں اور وہ تین ماہ کی بچی بھی تیرے انتظار میں ہوگی کہ تو آئے اور اسے سنبھالے۔"

منہ بناتا حمزہ چلا گیا ملتان اور احمد عائزہ کی بھیجی کار میں بیٹھ گیا، کیا شاندار کار تھی، اس کا دل خوش ہو گیا، مزید دل اس وقت خوش ہوا جب کار گلبرگ کے انتہائی عالیشان بنگلے کے پورچ میں جا کر رکی، بنگلے کو دیکھ کر وہ کار سے اترنا بھول گیا اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ عائزہ اتنی امیر ہے وہ آرٹ کی سٹوڈنٹ ہے اور وہ دو بہن بھائی ہیں وہ اتنا ہی جانتا تھا اور اتنا ہی عائزہ نے بتایا تھا، اندازہ اسے تھا کہ وہ ایک اچھے گھرانے سے ہے لیکن اتنے امیر ہونے کا اسے گمان نہیں تھا، اتنی امیر لڑکی کو وہ چچی کے قصے سناتا رہا تھا وہی پیاز کاٹنے، چاول، دال، چنے، کپڑے دھونے اور گھر کی صفائی کے قصے؟

"اندر نہیں آئیں گے؟" ڈرائیور دروازہ کھولے پوچھ رہا تھا وہ بیگ اٹھا کر باہر نکلا۔

"یہ بیگ مجھے دے دیں، میں اندر لے جاتا ہوں۔"

"نہیں میں اپنے کام خود کرتا ہوں۔" اب ایک ایسی خودداری کی دھاک بٹھائی جا سکتی تھی اس بنگلے میں۔

ڈرائیور اندر کی طرف بڑھ گیا وہ بھی آس پاس خاص کر وسیع لان پر نظر ڈالتا آہستہ روی سے اندر کی طرف بڑھنے لگا اصولاً تو عائزہ کو باہر آ کر اسے اندر لے جانا چاہیے تھا پر اس نے سوچا امیر لوگ ہیں نہ جانے کیا طریقہ کار ہیں ان کے۔

"آہ میرے شیر۔" آواز اتنی دم دار خوش حال اور گونج دار تھی کہ وہ چونک کر آواز کی سمت دیکھنے لگا۔

ڈی این جی کی نیلی لانگ نیکر، انکل سام کارٹون کی سفید ٹی شرٹ پہنے وہ بھاری بھرکم بہی وجود اسی سے مخاطب تھا اور اسی کی طرف دونوں بازوں پھیلائے لپک رہا تھا۔

احمد نے ممکنا شیر کو دیکھنے کے لئے گردن پیچھے کی طرف کی کہ یقیناً وہ اس کے پیچھے کسی اور سے مخاطب ہیں لیکن اس اثناء میں ہی انہوں نے احمد پر جھپٹا مارا اور زوردار مارا، دونوں بازوں کے شکنجے میں کس لیا، احمد چرمرا گیا، جب ان کی تسلی ہو گئی تو اس سے الگ ہو کر ایک نظر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا جیسے ندیدے بچے کسی دوسرے بچے کے ہاتھ میں پکڑی آسکریم کو دیکھتے ہیں۔

"السلام علیکم انکل!" وہ اس امیرانہ خوش آمدیدی سے گھبرا گیا۔

"وعلیکم السلام میرے بچے، وعلیکم السلام۔" وہ اس پر پھر جھپٹے، سینے سے لگایا، پھر سے چرمرا دیا اسے معلوم ہوتا کہ سلام کا جواب ایسے دیا جائے گا تو ذرا فاصلے پر ہو کر سلام کرتا۔

"جی شکریہ۔" وہ ان سے الگ ہوا، انہوں نے اس کا بازو تھام لیا اور اپنے ساتھ لے کر چلنے لگے ان کے والہانہ انداز سے وہ بے چارہ گھبرایا جا رہا تھا۔

"آپ عائزہ کے ڈیڈ ہیں غالباً؟" عائزہ تو اسے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی، اپنے ڈیڈ کو چھوڑ گئی تھی اس کے لئے آن لائن تو ایسے بات کر رہی تھی جیسے گھر ہی ہو۔

"بالکل؟" اس بار انہوں نے پشت پر خالص پنجابی انداز سے دھموکا جڑا، احمد کو یقین ہو گیا کہ ہر سوال کا جواب ایسے ہی دھماکہ انگیز ہو گا۔

"روزہ ہے نا تمہارا؟" وہ کاؤچ پر بیٹھ گیا تو وہ پوچھنے لگے۔

"جی!" وہ آس پاس دیکھنے لگا عائزہ تو

کہیں دور دور بھی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"میں شبلی ہوں، تم مجھے شبلی چچا کہہ سکتے ہو۔" اسے آس پاس دیکھتے دیکھ کر وہ بولے۔

"چچا۔" احمد گڑبڑا گیا، اتنے ہپی حلیے والے انکل چاہتے تھے انہیں چچا کہا جائے کافی غیر بیانہ سوچ کے حامل لگتے ہیں، اس نے سوچا لیکن انہیں صرف مسکرا کر دکھایا۔

"تم آرام کیوں نہیں کر لیتے۔" ساتھ ہی انہوں نے حاجرہ بی کو آواز دی۔

"میں یہیں ٹھیک ہوں۔" عائزہ سے ملے بغیر آرام کرنے کیسے چلا جائے۔

"عائزہ شاپنگ کے لئے گئی ہے۔"

"اچھا۔" وہ حیران ہوا اسے بلا کر خود شاپنگ کے لئے چلی گئی۔

"میں یہیں انتظار کر لیتا ہوں۔"

"کمرے میں اے سی ہے، مطلب جا کر آرام کرو۔"

"وہ تو یہاں بھی ہے۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر اے سی کی طرف اشارہ کیا، وہ کچھ مشکوک ہو رہا تھا اس ساری صورتحال سے عائزہ کہیں نظر نہیں آ رہی تھی اور اس کے ڈیڈی اس پر اتنا مہربان ہو رہے تھے۔

"ہم لاؤنج میں صوفوں پر دراز نہیں ہوتے۔" انہوں نے اتنے پیار سے طنز کیا کہ احمد سلگ کر رہ گیا، حاجرہ بی اسے ساتھ لے کر کمرے تک آئی کمرے کو دیکھ کر وہ مزید سلگ گیا اپنی غربت پر۔

وہ کسی فائیو اسٹار ہوٹل کا کمرہ نظر آ رہا تھا، اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، حیرانگی کو اس نے ایک طرف رکھا اور واش روم میں گھس گیا۔

ٹھنڈے پانی نے اسے یقین دلایا کہ عائزہ کے گھر آنے کا فیصلہ اس کا بروقت اور سودمند رہا، ہوسٹل میں بھی بھلا رمضان کا کوئی مزا آتا، خیر چچی کے گھر بھی کبھی مزا چھوڑ آرام نہ آیا لیکن اس نے سوچا تھا وہ چلا ہی جائے گا، چچا کے لئے ہی سہی، بہت پیار کرتے تھے اس سے، اپنے نوالے بچا بچا کر اسے دیتے اور پھر ایسی باتوں کو پکڑ کر چچی خوب فساد کرتیں، ایسے فساد اس کے کالج جانے تک ہوتے رہے، کالج سے سکالرشپ لے کر وہ ایم بی اے کرنے یونیورسٹی آ گیا اور چچا نے سکون کا سانس لیا کہ اب وہ کچھ وقت سکون اور خوشی کا لاہور میں گزار سکے گا اور ان کے گھر کا ماحول اور چچی کا مزاج بھی ٹھیک ہو گیا، جو ہر وقت احمد کی وجہ سے ہی خراب رہتا ہے ان کا خیال تھا کہ وہ یتیم و مسکین سب کچھ کھا جاتا ہے، سارے اخراجات اسی کی وجہ سے بڑھے ہیں چچا کی کمائی میں اسی کی وجہ سے گزارا نہیں ہوتا۔

وہ ایک اکیلا چچی کے ہر مسئلے اور دکھ کی جڑ تھا، جبکہ وہ چچی کے لئے کام والی بنا رہا، کپڑے دھونے کی مشین لگاتا، سب کے کپڑے دھوتا، فرش دھوتا، برتن بھی، چاول دال چن دیتا، سبزی بنا دیتا، چاول ابال لیتا تھا، روٹی بھی پکا لیتا تھا چچی سے اچھی ہی پکا لیتا تھا، چچا کو اس کے ہاتھ کی بنی چھوٹی چھوٹی لیکن اچھی طرح سے سینکی ہوئی روٹیاں بہت پسند تھیں اور چچا کے چھ عدد بچوں کو بھی ان چھ کو چار چار گھنٹے پڑھاتا تو وہ بھی اچھے نمبرز لے لیتے، امتحان کے دنوں میں چچا اسے اپنے کسی دوست کے یہاں بھیج دیتے تاکہ وہ اچھی طرح سے پڑھ سکے اور گھر کا بیشتر کام اس سے کروانے والی چچی کا مزاج بگڑ جاتا، اب کی چچا نے کہا کہ۔

"ایم بی اے کرو، جاب کرو اور اپنا گھر بناؤ اور مجھے بھی اپنے اس گھر میں رکھ لینا، بہت رہ لیا تمہاری چچی کے ساتھ۔"

احمد اپنے لئے بناتا نہ بناتا اسے چچا کے لئے ایک گھر ضرور بنانا تھا وہ اس کے ماں اور باپ دونوں تھے اور وہ ان کی محبت کا قرض کیسے بھی کر کے کبھی بھی نہیں اتار سکتا تھا۔

بہت دیر تک نہانے کے بعد وہ باہر نکلا اور اے سی آن کر کے سو گیا۔

حاجرہ بی تین بار اسے اٹھا کر گئیں لیکن وہ نہیں اٹھا، ناچار شبلی چچا نے آ کر ایک گلاس ٹھنڈا پانی عین اس کے منہ پر پھینکا وہ تڑپ کر اٹھا، (چچی یہاں بھی آ گئی کیا؟) شبلی چچا پر نظر پڑتے ہی وہ ضبط نہ کر سکا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟''

''سارا جنگل بیچ کر سو رہے ہو۔''

''جنگل کا مالک ہوتا تو یہی کرتا۔''

''تم اس کے بنا بھی یہی کر رہے ہو، جلدی سے آ جاؤ افطار کا وقت ہوا جاتا ہے۔'' احمد کو ذرا سا غصہ آیا عائزہ کا سوچ کر خاموش ہو گیا اور پھر اتنے اعلیٰ کمرے میں سونے کا تجربہ اسی کی وجہ سے ممکن ہوا تھا ورنہ اسے اس بنگلے کے پھاٹک کے قریب سے بھی گزرنے نہ دیا جاتا۔

منہ ہاتھ دھو کر وہ ڈائننگ ٹیبل تک آیا، اب ذرا اسے ہوش آئی تھی اس نے غور کیا کہ شبلی چچا پھر سے وہاں اکیلے بیٹھے ہیں اور سفید شلوار قمیض میں نمازی ٹوپی سر پر رکھے مسلمانی حلیے میں ہیں۔

''کتنا سوتے ہو تم۔'' انہوں نے فوراً اٹھ کر اس کے لئے کرسی پیچھے کی، اس انداز پر احمد کھل اٹھا۔

''آپ کے یہاں بجلی نہیں جاتی۔'' احمد نے زیادہ سونے کی وجہ بجلی بتائی، آرام دہ پرسکون کمرہ نہیں۔

''جاتی ہے لیکن یہاں جنریٹر بھی ہے۔''

''باقی سب کہاں ہیں؟'' اس نے سیدھے صرف عائزہ کا نہ پوچھا۔

''حاجرہ بی کچن میں ہیں، ڈرائیور جا چکا ہے۔''

''میرا مطلب...... عائزہ...... عائزہ کی مام...... عائزہ کا بھائی یہ سب کہاں ہیں؟'' احمد کا منہ بگڑ گیا بڑے میاں مذاق پر مذاق کیے جا رہے ہیں۔

''عائزہ آسٹریلیا ہے، عائزہ کی مام اپنی آخری قیام گاہ یعنی قبرستان اور عائزہ کا بھائی امریکہ میں ہے۔'' انہوں نے بے حد آرام سے جواب دیا۔

احمد حیران تو بہت ہوا سن کر پھر اس نے سوچا کہیں یہ مذاق ہی نہ کر رہے ہو اور وہ جاہل گنواروں کی طرح ری ایکٹ کر دے۔

''آپ نے تو کہا تھا وہ شاپنگ کے لئے گئی ہے؟''

''آسٹریلیا میں شاپنگ نہیں ہوتی کیا؟'' وہ مزید اطمینان سے بولے۔

''اس نے تو مجھے یہاں بلوایا ہے۔'' وہ سنجیدہ ہونے لگا۔

''وہ تو چھ سال سے آسٹریلیا ہے۔''

''تو یہاں کون ہے؟''

''میں۔'' وہ مسکرائے۔

احمد جتنا غصے میں آتا جا رہا تھا وہ اتنا ہی پرسکون ہوتے جا رہے تھے۔

''آپ کا میں نے اچار ڈالنا ہے، دوست تو میں عائزہ کا ہوں۔''

''تمہارا دوست میں ہوں۔'' ساتھ مسکرائے بھی۔

''اس عمر میں مذاق۔'' وہ چڑ گیا۔

''اس عمر میں بدتمیزی۔'' انہیں بھی غصہ آنے لگا۔

وہ ذرا سنبھل کر ضبط سے بیٹھا، اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی یہ ہو کیا رہا ہے۔

''مجھے تو عائزہ نے یہاں بلایا ہے، اگر وہ یہاں نہیں ہے تو میں بھی یہاں سے جا رہا ہوں، گڑبڑ کا انداز تو مجھے پہلے سے ہی تھا لیکن سوچا وہم ہو گا، کس پلان کے تحت مجھ جیسے شریف پوزیشن ہولڈر کو بلایا ہے یہاں، اغوا کر رہے ہیں مجھے، بہت غریب ہیں میرے چچا اور چچی تو انہیں ایک کوڑی بھی نہ دینے دیں گی، الٹا کہے گی مار دو تم بخت کو۔''

''بند کرو یہ جذباتی تقریر۔'' وہ جھنجھلا کر بولے، حاجرہ بی گرم گرم پکوڑوں کی ٹرے رکھ گئیں۔

''روزے دار کے ساتھ کیا کرنے جا رہیں ہیں آپ، مجھے بہت غصہ آ رہا ہے۔'' اس نے گرم گرم پکوڑوں پر نظر رکھ کر کہا۔

''اف اس کے سارے خواب ٹوٹ گئے، خدا پوچھے اس کے خواب توڑنے والوں سے۔'' اسے چچی کے قہقہے سنائی دیئے۔

''تیرے نصیب میں میرے بچوں پراٹھے ہی ہیں، تجھے نہیں ملنے والے چکن پراٹھے اور فریش جوس کے بھرے گلاس۔'' مسجد سے وقت افطار کا سائرن بجنے لگا، شبلی چچا نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کیے اور وہ انہیں گھورنے لگا۔

''مجھے گھورنا بند کرو اور افطار کرو، پھر بات کرتے ہیں۔'' ایک کھجور انہوں نے منہ میں رکھی۔

احمد نے جلدی سے دعا مانگی اور دو پکوڑے منہ میں ٹھونسے اور جوس کا گلاس منہ سے لگا کر غٹا غٹ پی گیا۔

''سب تمہارے لئے ہے جوان۔'' طنزاً اچھا کر لیتے تھے وہ گلاس رکھ کر احمد نے چھ عدد کیلوں کا گچھا اٹھایا اور کرسی کھسکا کر تیزی سے باہر کی طرف لپکا، جوس پیتے شبلی چچا کو اچھو لگا۔

''اے لڑکے...... احمد۔'' وہ بھی تیزی سے کرسی سے اٹھے اس کے پیچھے لپکے، ان کے دیکھتے ہی دیکھتے وہ گیٹ تک پہنچ چکا تھا گیٹ لاک تھا، اس نے گیٹ کو کھولنے کی کوشش کی پھر اچھل کر اور گیٹ پر پاؤں رکھ کر گیٹ پر چڑھ گیا، ہانپتے کانپتے انہوں نے لپک کر اس کی ٹانگ پکڑ لی۔

''چھوڑیے مجھے میں شور مچا دوں گا۔'' احمد بلند آواز میں بولا۔

''شور تو میں مچاؤں گا، چور...... چور۔''

''میں چور نہیں ہوں، یہ لیں اپنے کیلے۔''

اس نے کیلے ان کی طرف اچھال ہی دیئے اب خالی پیٹ ہی سڑک پر بھاگنا پڑے گا، کیلے گیٹ کے پاس رکھے بڑے سے گملے میں اٹک گئے۔

''میں کیلوں کی بات نہیں کر رہا، تم سے کہا تھا ذرا کھا پی لو پھر بات کرتے ہیں، تم سے صبر ہی نہیں ہوا۔''

''مجھے کوئی بات نہیں کرنی۔'' اس نے ان کے دو موٹے موٹے ہاتھوں سے اپنی ٹانگ چھڑوانے کی کوشش کی پر بری طرح سے ناکام رہا۔

''اغوا کیا ہے نا مجھے دھوکے سے۔'' وہ چلایا۔

''تمہیں اغوا کر کے واپس بھیجنے کے لئے بس کا کرایہ مجھے ادا کرنا پڑتا، تو پھر میرے گردے نکال کر بیچے گے، میں سب سمجھ گیا ہوں۔''

''اُف یار بات سنو، ذرا نیچے آؤ۔''

''پاگل نہیں ہوں جو اب پھر سے پھنس جاؤں۔''

''ارے یار، میرے بچے پیارے لڑکے

بات تو سنو، میں تمہیں عائزہ کے بارے میں سب بتا دیتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔"

"وہ آسٹریلیا ہے۔" احمد کو سب یاد تھا۔

"ہاں...... مطلب کہ وہ کون ہے۔"

"وہ آپ کی بیٹی ہے، یا پھر گینگ لیڈر ہو گی۔"

"مطلب کہ میں کون ہوں۔" وہ جھنجلا گئے۔

"آپ اس کے ڈیڈ ہیں۔"

"ارے پاگل میں ہی عائزہ ہوں، مطلب میں ہی عائزہ بن کر تم سے بات کرتا رہا، میرا مقصد غلط نہیں تھا، مجھ بڈے سے کس نے بات کرنی تھی، اس لئے عائزہ بن گیا، ویسے میں تمہارا سچا دوست ہوں۔"

"عائزہ اور آپ......؟" اس کے خواب ٹوٹے تو ٹوٹے باقی ماندہ حقیقت نے اس کا سر ہی چکرا دیا، وہ گرنے کے قریب ہو گیا۔

"میرے دوست اور آپ......؟" وہ دکھ سے چلایا، شبلی چچا بچوں کی طرح مسکرائے، احمد انہیں غصے سے گھور رہا تھا۔

"آ جاؤ نیچے میرے یار۔"

ان کا یار نیچے آ گیا۔

افطار کر کے، مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ لان میں آ گئے احمد اسٹرابیری شک کا جگ اکیلا ہی ختم کر چکا تھا، ہر بار گلاس کو بھرتے وہ ادھر ادھر غیر ارادی نظریں ڈال لیتا تھا اپنے چھ عدد چچا زادوں کی تلاش میں جو تھے تو فیصل آباد لیکن اسے ڈر تھا کہ وہ ضرور یہیں کہیں سے نکل کر اس کے گلاس پر جھپٹا ماریں گے لیکن ایسا ہوا نہیں اور وہ سارا جگ پی گیا، اس دوران شبلی چچا صبر سے اسے دیکھتے رہے۔

"حاجرہ بی فروٹس تو لے آیئے۔" اس نے منہ اندر کی طرف کر کے آواز دی۔

"آپ رک کیوں گئے، میں سن رہا ہوں اور یہ اپنا گلاس اگر آپ نے نہیں پینا تو مجھے دے دیں۔" ان کے جواب سے پہلے ہی اس نے ان کے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔

"تم نے اپنی چچی کے مظالم رو رو کر سنائیں کہ مجھے تم پر ترس آ گیا۔"

"آپ تو ہنسا کرتے تھے۔"

"وہ تمہارے انداز پر ہنستا تھا، بہت لائق بچے ہو تم، میں پچھلے کئی سال سے باہر تھا، کبھی بیٹے کے پاس امریکہ کبھی بیٹی کے پاس آسٹریلیا، تھک گیا تھا بہو اور داماد کے سامنے سوبر ہونے کی اداکاری کرتے کرتے، بس پھر واپس گیا اس سال، تمہاری باتیں سنی تو سوچا کیوں نہ نیکی کمائی جائے، تم اور میں مل کر رمضان ایک ساتھ گزاریں۔"

"میں غریب ضرور ہوں لیکن خود دار ہوں۔" اس خود دار نے ان کے شیک کے گلاس کے آخری گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔

"اسی لئے بھاگے تو کیلے اٹھا کر۔"

"مجھے بھوک لگی تھی، مزید کچھ فروٹس کھا کر میں چلا جاؤں گا۔"

"حاجرہ بی آ بھی جایئے۔" اس نے آواز دی۔

"تمہیں جانے کون دے گا؟"

"مجھے روکے گا کون۔" وہ اکڑ دکھانے لگا، شبلی چچا بے چارے سے نظر آنے لگے۔

"عید تک میرے ساتھ رہ لئے یار، اکیلے بڈھے کے ساتھ رہ لو۔"

"آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا مجھ غریب کو الو بنایا، میں کیوں رہوں؟"

"عید کی ساری خریداری میری طرف

سے۔" انہوں نے آفر کی۔

"میں بہت خریداری کرنے کا عادی ہوں۔"

"چچی جان کرواتیں ہونگی، ہے ناں؟"

"میں جا رہا ہوں۔" وہ ان کے طنز کو سمجھ گیا۔

"اچھا...... اچھا...... ٹھیک ہے، پھر جو جو کہونگا ماننا پڑے گا۔" احمد نے ذرا غور سے انہیں دیکھا۔

"کیا کہے گے آپ؟"

"بس ڈن، عید تک تم یہاں ہو۔" وہ مسکرائے۔

"عیدی میں، میں کار بھی لے سکتا ہوں۔"

"عید تک میں تمہیں اپنی کار کے نیچے بھی دے سکتا ہوں۔" انہوں نے کمال اطمینان سے کہا۔

حاجرہ بی فروٹس اور کریم فروٹ چاٹ دونوں ہی لے آئیں احمد کی آنکھوں میں ہزار واٹ کے قمقمے جلنے لگے۔

☆☆☆

احمد اپنے سر پر تکیہ رکھے اوندھے منہ گہری نیند سو رہا تھا تراویح پڑھ کے آنے کے بعد اس نے ڈٹ کر ڈنر کیا تھا اور ساتھ ہی اسے نیند آنے لگی تھی وہ شبلی چچا کو شب بخیر کہہ کر سو گیا اور اب شبلی چچا اسے صبح قبل از وقت بخیر کہنے کے لئے اس کے سرہانے کھڑے تھے اور اسے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے اور وہ اٹھ نہیں رہا تھا دراصل انہیں چچی کی طرح دھاڑنا نہیں آتا تھا ورنہ وہ پہلی ہی دھاڑ پر اٹھ بیٹھتا، تین کوششوں میں بھی جب وہ نہیں اٹھا تو انہوں نے اس کے سر پر سے تکیہ اٹھایا اور زور سے ان کے کان مروڑے یہ ظلم اس کے ساتھ پہلی بار ہوا تھا، وہ بلبلا اٹھا۔

"ابھی اٹھا چچی جان۔" بڑبڑا کر اور ہڑبڑا کر وہ اٹھ بیٹھا۔

"چچا جان۔" انہوں نے تصحیح کی۔

احمد کو پہلے سمجھ ہی نہیں آئی کہ ہوا کیا پھر یاد ہی نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے وہ ایسے گھبرا گیا جیسے بچے انجکشن سے گھبراتے ہیں۔

"آپ نے میرا کان کیوں مروڑا۔" وہ حال میں واپس آیا۔

"تمہاری گردن کی باری تھی اگلی اگر تم نہ اٹھتے، جلدی کرو آؤ میرے ساتھ، وقت نہیں ہے، سحری کھانے کا، سحری میں جگانے......"

"میں تو جاگ ہی گیا ہوں۔" اس نے جمائی روکی۔

"باقی سب کو۔"

"کن سب کو اور لوگ بھی بلا لئے گھر میں میری طرح؟"

"اُف نہیں، دوسرے روزے داروں کو۔"

"حاجرہ بی اور ڈرائیور کو۔" وہ بری طرح عاجز آ گئے اس کے سوالوں سے۔

"تمہاری چچی تمہارے ساتھ بالکل ٹھیک کرتیں ہیں۔"

"کیا آپ رات ہی رات میں غریب ہو گئے ہیں۔" احمد نے ان کے حلیے پر غور کیا، پرانے گھسے ہوئے بدرنگ کپڑے اور سستی سی چپل پہن رکھی تھی انہوں نے۔

"جلدی آؤ میں کار میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔" اس کے سوال کو نظر انداز کر کے وہ کمرے سے باہر چلے گئے۔

کچھ ہی دیر میں وہ بھی ان کے ساتھ کار میں موجود تھا لیکن وہ ڈرائیونگ سیٹ پر تھا اور وہ خود ایک بڑے سے ڈھول کے ساتھ پیچھے والی سیٹ پر، کار تک آنے تک اس کا خیال تھا کہ وہ سحری

کھانے کسی ہوٹل میں جا رہے ہیں لیکن کار کے اندر جھانکتے ہی اسے کسی اور ہی منصوبے کی طرف پیش قدمی نظر آئی، شبلی چچا ڈھول پر ایسے ہاتھ رکھے بیٹھے تھے جیسے ماں اپنے لاڈلے دلارے بچے کو گود میں بیٹھاتی ہے، چہرے پر وہی ماؤں جیسی انوہی چمک اور مسکراہٹ تھی۔

"اگر تیسری بار مجھے اور میرے پیارے ڈھول کو گھورا تو اسی ڈھول سے تمہارے بے کار سے سر کو پھوڑ دونگا۔"

"میں اپنے سر کو خود ہی پھوڑ لیتا ہوں آپ اپنے ڈھول کو زحمت نہ دیں، مہمان کو غلام بنا ڈالا آپ نے، کرنے کیا جا رہیں ہیں آپ؟"

"میں تمہاری عمر میں تھا تو بہت خوش رہا کرتا تھا، مہمان اور غلام میں آج کل زیادہ فرق ہوتا بھی نہیں، کاروں اور بنگلوں میں خوش ہی رہا جاتا ہے۔"

"تم سے بھی چھوٹا تھا جب میں ڈھول بجایا کرتا تھا، اس سے پہلے ہوٹل میں "چھوٹا" تھا جو بھاگ بھاگ کر کام کرتا تھا، کاروں کو صرف حسرت سے دیکھا کرتا تھا۔"

"جھوٹ۔" احمد کو حقیقتاً یقین نہیں آیا۔

"اگر یہ جھوٹ ہوتا تو میں اس وقت تمہارے ساتھ نہ ہوتا اس ڈھول کو میں نے بہت یاد کیا، اسے اپنے گھر میں چھپائے رکھا، رتبے میں میں بڑا ہوتا گیا اور اس سے دور ہوتا گیا، جس سے پانچ سال میں نے رزق کمایا تھا، دن میں اسے لے کر کہیں نکل نہیں سکتا، سو چا تم بھی ہو، ڈھول بھی ہے رمضان بھی، کیوں نہ اپنی خواہش پوری کی جائے۔" وہ مسکرائے وہی بچکانہ مسکراہٹ۔

"سڑی ہوئی خواہش۔" احمد جل گیا۔

"اب دائیں طرف موڑ لو۔" انہوں نے بتایا، دائیں طرف مڑتے ہی کچھ فاصلے کے بعد کار کو جھٹکے لگنے لگے۔

"آ گئیں لوکل آبادیاں۔" احمد بڑبڑایا۔

ایک طرف اندھیرے میں کار کھڑی کر کے دونوں باہر نکلے، شبلی چچا کی خوشی دیکھنے لائق تھی احمد اتنا ہی جل بھن رہا تھا، پیدل تھوڑا فاصلہ طے کرنے کے بعد شبلی چچا نے بہت اہتمام سے ڈھول کو گلے میں لٹکایا ایسے ہی جیسے خود کو کوئی میڈل پہنا ہو، پھر ڈھول کو بجا کر دیکھا۔

"کتے وتے بہت ہوتے ہیں ان علاقوں میں۔" احمد کو انہیں بھگانے کا ایک ہی عذر نظر آیا۔

"بہت واقف ہو تم کتوں سے۔"

"میں نوجوان ہوں بھاگ لوں گا۔"

"چھ سال یورپ میں ایسے جوگنگ کی ہے کہ تمہارے ڈیڈ بھی مجھ سے تیز نہیں بھاگ سکتے۔"

"میرے ڈیڈ کا نام مت لیں۔" احمد نے پنجابی فلمی ہیروؤں کی طرح دھمکی دی۔

"ڈیڈ......ڈیڈ......ڈیڈ۔" وہ ڈھول بجانے لگے مسکراتے آگے بڑھتے گئے۔

رات دو بجے کا وقت تھا، لوکل آبادی تھی، مسجدوں سے کلام پاک پڑھنے کی آوازیں آ رہیں تھیں، گلیاں سنسان اور اندھیری تھیں، وہ دونوں کئی بار الجھ کر گرے، احمد کو یہ ایک نئی مصیبت لگی، جبکہ وہ ماہرانہ انداز سے ڈھول بجا رہے تھے۔

سبزی کی دوکان کرنے والا ارشد سارا دن کا تھکا ہارا صحن میں سو رہا تھا، پہلے تو بجلی کی وجہ سے نیند نہیں آئی اوپر سے پنکھے کی رفتار اللہ، ماشا اللہ اس سے زیادہ تو دس بندے پھونکیں مارے تو تیز ہوا نکلے جتنی وہ پنکھا اتنی مشقت سے ہوا نکال رہا تھا باقی سب گھر والے بنا پنکھے کے چھت پر سو

رہے تھے ایک پنکھے کی عیاشی کے لئے وہ اکیلا ہی صحن میں لوہے کی چارپائی پر گہری نیند سو رہا تھا، تھکا ہارا تھا منہ کھلا ہوا تھا، دونوں ہاتھ سینے پر بندھے تھے اور سر چارپائی کے کنارے کے عین قرب تھا، ڈھول کی زوردار تھاپ عین اس کے سرہانے اٹھی، وہ بے چارا خواب میں عورتوں سے بھاؤ تاؤ کرواتے پر لڑ رہا تھا کہ تیز دھماکہ خیز آواز سے ہڑبڑا گیا اور جو سر چارپائی کے کنارے سے لڑھکنے کو تیار تھا وہ آدھا چارپائی سے نیچے کو لٹک گیا وہ بری طرح سے خوفزدہ ہوا۔

اور شبلی چچا ڈھول پر ڈھول پیٹے جا رہے تھے اور ساتھ آواز لگا رہیں ہیں، "روزے داروں، اللہ نبی کے پیاروں اٹھو سحری کا وقت ہوا جاتا ہے" احمد ان کے انداز پر ہنسنے لگا اور منہ پر دونوں ہاتھ رکھ کر خود بھی چلانے لگا اب اسے بھی مزا آ رہا تھا۔

گلی کا موڑ مڑ کر وہ ذرا کشادہ گلی میں آئے، ایک بچے کے رونے کی تیز آواز آئی۔

"میرا منا اٹھا دیا۔" کھڑکی میں سے عورت کی جھنجھلائی آواز آئی، شبلی چچا اپنی ہی ترنگ میں ڈھول بجاتے رہے۔

"چل جا بھی اب کہ مردے بھی اٹھائے گا، اے منے کے ابا ذرا دیکھنا، یہ کون ہیں، پہلے تو کبھی اس علاقے میں کوئی ڈھول والا نہ دیکھا، کم بخت بجلی سونے کیسے دیتی ہے کہ یہ اٹھانے آ گئے ہیں، دیکھنا یہ تو بجانا بند ہی نہیں کر رہا یہ کھڑکی کے پاس ہی کھڑا ہے۔"

"ضرور کوئی چور اچکے ہوں گے، گٹر کے ڈھکن چرانے والے۔"

"ٹھہر تیری تو میں بجاتا ہوں۔" شبلی اور احمد دونوں چونکے، گھر کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی احمد پہلے بھاگا، پیچھے ہی شبلی چچا ڈھول کو گلے میں لٹکائے بھاگے، اندھیری گلیوں میں گرتے پڑتے وہ مین سڑک تک آئے، کار کہاں کھڑی کی تھی وہ جگہ بھول گئے، پیدل ہی چل کر سڑک کنارے بنے ہوٹلوں میں سے ایک چھوٹے ہوٹل میں آن بیٹھے، وقت سحر ختم ہونے میں تھوڑا ہی وقت رہتا تھا۔

"پانی۔" احمد ٹیبل پر رکھے خالی جگ کو دیکھ کر چلایا، ٹیبل مین نے دونوں کو ہانپتے کانپتے بھاگ کر آتے دیکھ لیا تھا، وہ انہیں مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا ایک چھوٹے نے پانی لا کر رکھا۔

"جو کچھ پکا ہے سب لے آؤ۔" اس نے آرڈر دیا، ٹیبل مین نے استہزائیہ دونوں کی طرف دیکھا۔

"اچھا پیسے ہیں؟" شبلی چچا نے اسے گھورا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ، پیسے ہیں تو آئیں ہیں۔" ساتھ ہی انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈالا جیب سے ہاتھ خالی باہر آیا، پھر ہر جیب سے خالی آیا، انہوں نے یہ گھسے ہوئے پرانے کپڑے پہنے تو والٹ رکھنا بھول گئے اور احمد کیوں رکھتا جیب میں پیسے، اٹھا کر تو وہ لائے تھے اسے۔

"بہت آتے ہیں تم جیسے مفت خورے۔" ٹیبل مین طنزیہ کہہ کر آگے بڑھ گیا، وقت تھوڑا تھا گھر جانے کا وقت نہیں تھا۔

"اے بھائی مسلمان بھائی ہیں تمہارے ایک روزہ ہی رکھوا دو ہمارا خدا تمہیں اجر دے گا۔" شبلی چچا بڑے پیار سے منت کرنے لگے، ٹیبل مین بڑے انداز سے پلٹا ان کی طرف دیکھا پھر پلیٹ میں نمک اور جگ میں پانی لا کر رکھا۔

"اس سے بھی روزہ رکھا جا سکتا ہے میرے مسلمان بھائیوں۔" احمد نے شبلی چچا کو گھورا، شبلی چچا نے ٹیبل مین کو اور ٹیبل مین تو دونوں کو گھور ہی رہا تھا۔

☆☆☆

ہمت کر کے عصر کی نماز پڑھ کر وہ نیم مردہ سا کمرے میں صوفے پر بیٹھا تھا اس سے ہلا بھی نہیں جا رہا تھا فون بجنے لگا تو اس نے بمشکل اٹھ کر فون اٹھایا۔

''یار مامی تو اس بار ہٹلر ہی بن گئیں ہیں کہتیں ہیں مہنگائی بہت ہے۔'' حمزہ بہت دکھی نظر آ رہا تھا۔

''ٹھیک کہتی ہیں۔'' احمد نے نقاہت سے کہا۔

''کیا؟''

''مہنگائی بہت ہے، ترس کھا کر بھی اب کوئی کھانا نہیں کھلاتا۔''

''تجھے کیسے پتہ؟'' احمد نے پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس میں آج صرف نمک اور پانی ہی گیا تھا۔

''پتہ چل جاتا ہے میرے بھائی، پتہ چل جاتا ہے، عائزہ کے گھر تو تو مزے میں ہے نا، تجھے تو پایوں کا چورا ملا۔''

''چلو چورا تو ملا۔'' احمد کی حالت اور آواز اور لٹک گئی، اپنے دل کی بھڑاس نکال کر حمزہ نے فون بند کر دیا۔

وہ مغرب تک کے لئے سونے کی کوشش کرنے لگا، آنکھ کھلی ہی تھی کہ شبلی چچا عجلت میں آئے۔

''جلدی کرو اٹھو، افطاری نہیں کرنی؟''

''اذان ہو گئی؟'' وہ بے چارہ خوش ہو گیا۔

''اذان میں ابھی بہت وقت ہے تم میرے ساتھ آؤ۔''

''آج افطاری باہر کریں گے؟'' احمد میں انجانی قوت آئی۔

''ہاں آج جاؤ بس تم۔'' وہ فوراً اٹھ کر ان کے پیچھے لپکا اور کار میں جا بیٹھا، ڈرائیونگ وہ خود کر رہے تھے۔

''ڈرائیور کہاں ہے؟''

''وہ گاؤں جا چکا ہے عید کرنے کے لئے، تم جو آ گئے تو میں نے اسے چھٹی دے دی۔''

''مجھے مہمان بنایا ہے یا ملازم؟''

''دوست صرف دوست۔'' وہ مسکرائے۔

''کون سا ہوٹل ہے جو آ کر نہیں دے رہا۔'' احمد نے نقاہت سے سیٹ پر اپنے سر کو ڈھلکا دیا۔

''کس نے کہا ہم ہوٹل جا رہیں ہیں؟''

''آپ کے کسی دوست کی دی افطار پارٹی میں جا رہیں ہونگے پھر۔'' احمد بدستور پر یقین تھا۔

''آں...... ہاں مسلمان دوست کی۔'' کار کو جھٹکے لگنے شروع ہوئے ہیں، کار گلبرگ کی سڑکوں کو پیچھے چھوڑ آئی ہے اب وہ کرشن نگر کی حدود میں داخل ہو رہی تھی۔

''کس کنگلے دوست کے جا رہے ہیں ہم؟'' احمد نے پوچھا لیکن اسے جواب نہیں ملا، کار تنگ سی سڑک سے ہو کر چند تنگ گلیوں کے شروع میں روک دی گئی۔

''آ جاؤ باہر۔'' شبلی چچا بہت پر جوش تھے۔

''آ جاؤ بھئی باہر۔'' اس کی طرف باہر سے جھک کر کہا۔

''لے آئے نہ کسی کنگلے دوست کے یہاں، کسی بڑے ہوٹل نہ لے جائے کسی ڈھنگ کے ٹھابے میں ہی لے جاتے بچے کو، میری چچی کے خاندان سے لگتے ہیں آپ، ان کے میکے کے بہت سے لوگ لاہور میں رہتے ہیں۔'' احمد جلتا کڑھتا بول رہا تھا شبلی چچا آگے چلنے لگے ساتھ اسے ''بھوکا'' کہنا نہیں بھولے۔

''ہاں ہوں میں بھوکا۔'' تھوڑی بہت جتنی

جان بچی تھی اسی کا زور لگا کر وہ چلایا، آگے آگے چلتے تین چار گلیاں پار کر کے شبلی چچا نے ایک چھوٹے سے گھر کے اڑائے ہوئے رنگ و روغن والے گھر کے دروازے پر دستک دی، دروازہ کھولا گیا۔

''السلام علیکم، میں نعمان احمد شبلی ہوں، آپ کا مسلمان بھائی، مسافر ہیں، چاہتے ہیں آپ ہمیں اپنے ساتھ افطاری کا شرف عطا کریں۔''

احمد بچی کچی پوری جان سے چکرا گیا، اسے یقین نہیں آیا کہ جو کچھ اس نے سنا ہے وہ حقیقی طور پر حقیقت ہی ہے، اس کا سر چکرانے لگا، دروازہ کھولنے والے شلوار پر میلی سی بینان پہنے آدمی کے چہرے پر جو تھوڑے بہت نرمی کے تاثرات تھے وہ بھی غائب ہو گئے اور اس نے کڑے تیوروں سے گھورنے پر ہی اکتفا کیا ان دیوانوں کے لئے منہ کا ایک لفظ ضائع نہ کیا اور دروازہ زور دار ''ٹھاہ'' سے بند کیا۔

''شبلی چچا!'' احمد نے ان کا بازو ہلایا۔

''کہہ دیں یہ سب مذاق تھا، کہہ دیں۔''

''جب میں گاؤں سے شہر کمانے کے لئے آیا تھا اور بے گھر تھا اور جیب سے بھی خالی ہوتا تھا تو ایسے ہی شاندار رمضان گزراتا تھا، بہت پیارے لوگ تھے سب، اپنے ساتھ اپنے دستر خوان پر بٹھاتے تھے۔'' وہ یاد ماضی میں مدغم ہو کر بے حد پیار سے اسے بتانے لگے ان پر ذرا برابر اثر نہیں ہوا تھا کہ آدمی نے کیسے دروازہ بند کر لیا تھا۔

''وہ زمانہ اور تھا، اب تو لوگ سگے رشتے داروں کو پانی نہیں پوچھتے اور پھر چورا چکوں سے بھرے اس شہر میں کون گھسنے دیں گا ہمیں، حالات دیکھیں کتنے خراب ہیں، آپ ماضی کو زندہ کرنے کے در پر ہیں۔'' احمد کو اب ہنسی آنے لگی تھی۔

''چور اچکے ہر وقت و زمانے میں ہوتے ہیں۔'' شبلی چچا ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔

''چلیں گھر، مجھ سے تو چلا بھی نہیں جا رہا۔'' اس کی بات شبلی چچا نے سن لی اور آگے بڑھ کر ایک تیسرے گھر کے دروازے پر دستک دینے لگے، احمد غش کھا کر گرنے کے قریب ہو گیا۔

''مار پڑوائیں گے مجھے کیا، آپ کی عمر کا تو بہت سے لوگ خیال کر ہی لیں شاید......'' لیکن شبلی چچا کھلنے والے دروازے پر بھی وہی کلمات دہرا رہے تھے اور ٹھیک دروازے کو ایسے ہی بند کیا گیا جیسے مانگنے والوں پر کیا جاتا ہے، احمد تو پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ایک قریبی تھڑے پر بیٹھ گیا، اس سے نہ چلا جا رہا تھا نہ ہنسا نہ ہی بولا، سحری میں کھایا گیا نمک کب کا پسینے کی صورت باہر آ چکا تھا، شبلی چچا ہمت ہارنے کے لئے تیار نہیں تھے، بہت دور کے ایک گھر کے باہر کھڑے ان کا چہرہ خوشی سے دمکنے لگا اور وہ لپک کر احمد تک آئے۔

''وہ راضی ہیں ہمیں مہمان بنانے کے لئے۔'' احمد حیران ہوا وہ اٹھ کر چلتا ان کے ساتھ ان کے ڈھونڈے گئے گھر کے باہر آ کر کھڑا ہو گیا، کچھ ہی دیر بعد نیکر پاجامہ پہنے ایک آٹھ سالہ لڑکا تین موڑھے رکھ گیا، پھر وہ شربت کا جگ لایا، شربت جس کا رنگ گلابی تھا، نہیں نہیں وہ فالسے کا شربت نہیں تھا وہ سرخ شربت کی چھوٹی سوتیلی بہن تھا۔

شبلی چچا سے خوشی سنبھالے نہیں سنبھل رہی تھی، کچھ ہی دیر میں ایک پلیٹ میں تین کھجوریں آ گئیں، احمد کی نظریں دروازے پر ہی تھیں کہ اب کوئی دہی بھلے، پکوڑے سموسے آئے کہ آئے۔

افطار کا وقت ہوا ہی جاتا تھا، دروازہ کھلا اور وہی لڑکا انہیں دیکھ کر پھر سے اندر چلا گیا، احمد شبلی

چچا کو گھورنے لگا۔

''مجھے اٹھا کر کار تک لے جائے۔'' اس نے ضبط سے کہا۔

''کفران نعمت مت کرولڑکے۔''

''کھجوریں کھا کر اور شربت پی کر ہی جاؤں گا، فکر نہ کریں۔''

پکوڑوں کی خوشبو باہر تک آرہی تھی، مسجد سے افطار کا اعلان ہونے لگا۔

''یعنی پکوڑے باہر نہیں آنے۔'' احمد نے کھجور منہ میں رکھی اور اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کے قریب جا کر بولنے لگا۔

''مسافر ہیں پر وہ تو کھلاؤ جو خود کھا رہے ہو۔'' شبلی چچا گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''پاگل مت بنو احمد ان کی مہمان نوازی کا مذاق مت اڑاؤ۔''

دروازہ کھلا اس بار چار سالہ بچہ تقریباً نہ ہونے کے برابر نیکر پہنے ہاتھ میں دو پکوڑے لئے باہر آیا اور ان کے آگے کر دیئے، احمد نے شبلی چچا کی طرف دیکھا اور انہوں نے احمد کی طرف اور ان کے قہقہوں سے فضا گونج اٹھی۔

دل سے افراد خانہ کا شکریہ ادا کر کے وہ لوگ ڈنر کرنے ہوٹل آ گئے جو جھنجھلاہٹ احمد پر پہلے طاری تھی وہ پھر نہ رہی۔

''میں گاؤں سے آیا تھا شہر کام کرنے اور اتنے پیارے لوگ تھے اس لاہور شہر کے کہ مجھے کبھی بھوکا نہیں رہنے دیا، جس گھر سے مانگا ملا، پیٹ بھر ملا، بعد ازاں میں نے بڑے بڑے ہوٹلوں میں کھانے کھائے لیکن آپاؤں، خالاؤں کے ساتھ بڑھا کر دروازے کی اوٹ سے دی گئیں روٹیاں یاد آئیں اور پھر میرا دل چاہتا کہ کاش میں وہ کھانے پھر سے کھا سکوں، لیکن یہ اسٹیٹس، اس نے مجھے کچھ کرنے ہی نہ دیا، بچوں سے بھی ڈرتا تھا، اب میں کیوں ڈروں، تم ہو نہ میرے ساتھ۔''

''تو آپ کو ایک ایسا ساتھی چاہیے تھا جو آپ کے ہر الٹے سیدھے کام میں آپ کا ساتھ دیں؟''

''پلاننگ کی نہیں تھی لیکن ہوتی چلی گئی۔'' وہ ہنسے۔

''ویسے بھی پیسے میں کیا رکھا ہے، میں نے لاہور آ کر بہت سے کام کیے، پھر باہر چلا گیا، ڈالرز کمائے، امیر ہو گیا اور اب دیکھو، پیسے میں امیر تر ہوں اور ساتھ بیٹھ کر کھانے والا کوئی نہیں۔'' وہ سنجیدہ ہو گئے۔

''آپ واپس چلے جائیں۔''

''واپس ہی تو آیا ہوں۔''

''جہاں اپنے ہو، وہی اصل گھر ہوتا ہے چچا، امریکہ ہو یا پاکستان۔''

''اپنوں میں ہی تو آیا ہوں احمد۔'' اس جواب پر احمد انہیں دیکھ کر ہی رہ گیا۔

☆☆☆

پہلے احمد جز بز ہوا ہو تو ہوا ہو اب وہ بھی شبلی چچا کے ساتھ ساتھ مزے کر رہا تھا زندگی اس نے کیسی بھی گزاری تھی اتنی مزے کی بہرحال نہیں گزاری تھی اگلے دن وہ خود بہت ذوق و شوق کے ساتھ سحری کے لئے اٹھانے گیا، شبلی چچا ڈھول بجاتے رہے ہو ''روزے دارو سحری کا وقت ہوا جاتا ہے'' کہتا رہا، ان سے ایک بھول ہوئی کہ وہ ٹھیک اسی گھر کی کھڑکی کے سامنے پھر سے دو منٹ تک ڈھول بجاتے رہے جہاں سے پہلی بار ان کی وجہ سے منا اٹھ گیا تھا، منا اب کی بار پھر سے اٹھ گیا تھا منے کی اماں بھی۔

''یہ کم بخت پھر سے آ گئے۔'' وہ بلند آواز سے بڑبڑائی۔

''ٹھہرو بد معاشوں۔'' منے کے ابا چلائے دونوں خواس باختہ ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، بھاگنے کا خیال بعد میں آیا پہلے لوہے کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔

''بھاگ لو چچا۔'' احمد نے ان کا وزنی باوز گھسیٹا۔

''اب دکھائیں اپنی یورپ کی چھ سالہ جوگنگ کے جوہر۔'' احمد کہہ کر بھاگا اس کے لئے آسان تھا بھاگنا، ڈھول تو شبلی چچا کے گلے میں تھا وہ بے چارے گرتے پڑتے احمد سے دس قدم دور بھاگ رہے تھے، ہانپتے کانپتے وہ بڑی سڑک تک آئے اور ہوٹل میں بیٹھ کر پانی کا پورا جگ چڑھا گئے، ٹیبل مین دور کے ایک ٹیبل پر کھڑا انہیں ہی گھور رہا تھا، پھر وہ ان کے پاس آیا شبلی چچا نے پیسے نکال کر میز پر رکھے کہ وہ دیکھ لے۔

''کہاں سے اڑا کے لائے ہو؟'' کہا طنز کیا تھا اس نے۔

''کیا مطلب ہے تمہارا۔'' احمد کو غصہ آیا۔

''جانے دو بچہ ہے۔'' سانس بحال کرتے شبلی چچا بولے۔

''چھ قیمہ پراٹھے، دو پلیٹ مرغ چنے، ایک بڑا پیالہ ربڑی، جگ بھر لسی، فی الحال جلدی سے یہ لاؤ۔'' ٹیبل مین انہیں مشکوک نظروں سے گھورتا چلا گیا۔

''ابھی تمہیں جانتا نہیں یہ۔''

''ایسے ہی کرتے رہے تو عید تک سب جان جائیں گے ہمیں چچا۔''

''ہم کوئی اور کام کر لیں گے۔'' وہ مسکرا کر بولے، ان کی مسکراہٹ کو دیکھ کر احمد کو شک ہوا کہ اب نیا کام کوئی نیا گل ہوگا جو وہ کھلائیں گے۔

سحری کھا کر وہ قریبی مسجد آ گئے اور پھر گھر آ کر سو گئے، عصر کی نماز سے پہلے احمد تو واش روم میں گھس گیا اور شبلی چچا کو پکا کر رہا کہ آج وہ مسافر روزہ دار مہمان نہیں بنے گا وہ اچھی سی افطاری کرے گا ڈٹ کر۔

''بھوکے۔'' انہوں نے بس اتنا ہی کہا اور اب اسی بھوکے کو ڈھونڈنے وہ اس کے کمرے تک آئے تھے تو اس کی موجودگی کا احساس انہیں واش روم میں ہوا، پلٹنے ہی لگے تھے کہ سائیڈ ٹیبل پر رکھا فون بجنے لگا، پہلے انہوں نے سوچا کہ بجنے دیں پھر ایمر جنسی کا سوچ کر اٹھا لیا۔

''کہاں ہے یار تو؟'' حمزہ کی اکتائی ہوئی آواز آئی۔

''میں اپنے گھر ہوں۔'' انہوں نے سوچا مذاق ہی سہی۔

''آپ کون جناب ہیں؟''

''احمد کا چچا۔'' حمزہ کا دل کھول کر ہنسا، آخر چچا کے گھر ہی جانا پڑا، عائزہ نے تو گھسنے بھی نہیں دیا ہوگا، ہاہاہا۔

''وہ عائزہ کے ہی گھر ہے۔''

''تو چچا کو بھی وہیں بلا کیا، مجھے بھی بلا لیتا۔''

''میں عائزہ کا ڈیڈ ہوں۔'' وہ بہت نرمی سے بولے۔

''یعنی احمد کے سسر۔'' یکدم ہی حمزہ کی زبان سے پھسل گیا۔

''زبان سنبھال کر لڑکے۔''

''کیوں؟'' یہ بھی یکدم ہی پھسلا۔

''اوف، کیا کیا کام ہے تمہیں احمد سے؟''

اگلے پانچ منٹ دکھیاری آواز میں حمزہ انہیں اپنے دکھڑے (مامی کے مظالم) سناتا رہا اور وہ...... اچھا...... چچ...... چچ...... ہم...... اوہ...... اف...... ہیں...... بدتمیز...... نہیں وہ...... ہم...... اچھا...... کرتے رہے اور اچھا ٹھیک ہے کہہ کر خدا حافظ کر دیا۔

احمد کو شاندار افطاری کروا کر عشاء کے بعد وہ جلدی سونے کے لئے چلے گئے، بقول احمد جو کوئی نیا گل کھلنا تھا وہ نہیں کھلا، تھوڑا سا پڑھ کر وہ بھی سو گیا اور کیا شاندار انداز سے سو رہا تھا، بجلی جا نہیں رہی تھی، کمرے میں گرمی کا احساس تھا نہیں، پیٹ میں من پسند چیزیں ڈالی تھیں بے فکری ہی بے فکری تھی ایسی شاندار نیند تو اسے بچپن سے نہیں آئی تھی، آنے ہی نہیں دی گئی تھی۔

رات کے ایک بجے کمرے کا دروازہ بنا آواز کیے کھولا گیا اور دو لوگ دبے پاؤں اندر آئے، یہ حمزہ اور شبلی چچا تھے، حمزہ نے انگلیوں سے ایک دو تین کے اشارے کیے اور تین پر شبلی چچا نے زور دار مداد ڈھول بجایا جیسے طبل جنگ بجایا ہو، احمد ہڑ بڑا کر اٹھا۔

''بچاؤ...... بچاؤ۔'' حمزہ کا قہقہہ بلند بانگ تھا، شبلی چچا کے ڈھول نے اور زور پکڑ لیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے؟'' احمد چلایا۔

''سرپرائز۔'' دونوں یک زبان چلائے۔

☆☆☆

اب وہ دو سے تین ہو گئے تھے اس لئے شبلی چچا بہت جوش سے اسے ساتھ لے کر سحری کے وقت ڈھول بجاتے نکلے۔

منے کے ابا والے گھر سے ذرا پرے پرے ہی رہے، لیکن ہوا یہ کہ منے کے ابا اپنے گھر کے باہر نہیں بلکہ کسی دوسری گلی میں چھپے ان کی تاک میں تھے، جیسے وہ گلی کے سرے پر نمودار ہوئے ایک جن نما آدمی تیزی سے ان کی طرف لپکا، پہلی نظر احمد کی پڑی وہ جیسے تاڑ گیا آدمی کے ارادے اچھے نہیں تھے۔

''کوئی گڑ بڑ ہے چچا بھاگو۔'' اس نے کان میں سرگوشی کی۔

''ٹھہر اوئے منحوس۔'' اس نے دور سے ہی بھڑک ماری، سب صاف ہو گیا وہ الٹے پیروں بھاگے، وہ آدمی بہت دور تک ان کے پیچھے بھاگا لیکن انہیں پکڑ نہ سکا، اسے چکما دینے کے لئے احمد دوسری گلی میں گھس گیا وہ احمد کے پیچھے ہو گیا اور شبلی چچا اور حمزہ آرام سے نکل گئے، کچھ ہی دیر اس نے انہیں سڑک پر جا لیا۔

''آپ مروا کر ہی چھوڑیں گے ہم نوجوانوں کو۔''

''ایسا ارادہ تو نہیں، ہاں ہو جائے تو کچھ برا بھی نہیں۔'' وہ اسے چڑانے لگے، تینوں ہوٹل میں جا بیٹھے۔

''آج کہاں ہاتھ ڈالا ہے؟'' آج ٹیبل مین کی نظروں میں ایسا تاثر تھا جیسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا تا۔

''تمہاری نانی کے گھر......'' جواب دینے میں پہل احمد نے کی۔

''مردے بھی نہیں چھوڑتے۔''

''کھانے میں کیا ہے؟'' احمد اس سے مزید اور کیا بحث کرتا۔

''کلیجہ۔'' اپنے گھرے پیلے دانت اس نے نکلکچائے۔

''تمہارا؟ تین پلیٹ لے آؤ اور گٹر میں ڈال دو، ہمارے لئے کل والا آڈر۔''

''ہونہہ۔'' کر کے وہ چلا گیا۔

''یہ کیا چیز ہے؟'' حمزہ کو ہنسی آرہی تھی۔

''آج تو بال بال بچے۔'' شبلی چچا کا سانس ابھی بھی پھولا ہوا ہی تھا۔

''آنے والے ہمارے بچے بال بال بچ گئے۔'' احمد طنز کرنے سے باز نہیں رہ سکا۔

''لیکن میں جانتا ہوں باز آپ پھر نہیں آئیں گے۔''

''کتنا جانتے ہو تم مجھے، بہرحال ایک

خوشخبری سنانی تھی تمہیں، ذرا غور سے سننا۔'' حمزہ نے پراٹھے کے ایک بڑے نوالے کو آلو قیمہ میں ڈبویا، کھاتے ہوئے وہ بہرہ ہو جاتا تھا۔

''سن رہے ہو حمزہ؟'' آلو قیمے کی پلیٹ اس کے آگے سے اٹھا کر وہ پوچھ رہے تھے۔

''جی...... جی۔'' بھرے ہوئے منہ کے ساتھ وہ بولا۔

''آج ہم ایک نیا کام کریں گے؟''

''پی سی میں ڈنر؟'' پوچھنے میں حمزہ نے پہل کی۔

''بھوکے نہیں، کام مطلب کام۔''

''کوئی بزنس شروع کروا کر دے رہیں ہیں ہمیں۔'' حمزہ کو شبلی چچا پر بہت پیار آتا تھا۔

''ہاں کہہ سکتے ہو۔'' ساتھ سر بھی ہلایا، حمزہ کا ان کے لئے پیار اور بڑھ گیا۔

''کیا خوشخبری سنائی ہے آپ نے خدا آپ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین۔''

''ابھی میں زندہ ہوں۔''

''میرا مطلب جب مریں گے تب۔''

''بزنس کیا ہے ویسے؟'' احمد مشکوک ہو رہا تھا۔

''دن میں پتہ چل جائے گا۔'' اب وہ خود دل لگا کر کھانے سے انصاف کرنے لگے۔

دن کہاں دور تھا وہ بھی آ گیا، وہ تینوں انار کلی کی ایک چوڑیوں کی دوکان میں کھڑے تھے، شبلی چچا نے ایک بھاری رقم دے کر وہ دوکان چند دنوں کے لئے حاصل کی تھی، احمد انہیں سمجھا رہا تھا کہ اگر انہیں پیسے ضائع کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو وہ پیسے ان کی جیبوں میں ڈال کر ضائع کر کے اپنا شوق پورا کر لیں، لیکن ایسے بونگیاں نہ ماریں اور وہ احمد اور حمزہ کو سمجھا رہے تھے کہ دوکان کیسے چلانی ہے، ڈیلنگ کیسے کرنی ہے۔

''پہلی بات تو یہ کہ خواتین صاف ستھرے دوکان داروں کو پسند کرتیں ہیں خاص کر چوڑیوں کی دوکان پر، ورنہ تو وہ ہاتھ بھی پکڑنے نہیں دیتیں۔''

''اچھا۔'' بہت معنی خیز اچھا تھا احمد کا۔

''تو آپ ہاتھ پکڑتے رہیں ہیں ان کے۔'' ان کو کھینچا گیا۔

''ہاں بہت۔'' ان کی زبان پھسلی پھر وہ سنبھل گئے۔

''چپ رہو، میری عمر کا لحاظ کرو۔''

''آپ خود اپنی عمر کا لحاظ نہیں کر رہے، کیسے کیسے شوق ہیں آپ کے۔''

''شوق دا کوئی مل نہیں ہوندا پتر۔''

''تجھے ہاتھوں کا بہت شوق ہے۔'' حمزہ شوق سے بولا۔

''دیکھنے کا۔'' حمزہ مسکرایا۔

''باپ دادا راجے مہاراجے تھے؟''

''شاید ہو، کون جانتا ہے۔''

''راجے مہاراجوں کی باقیات ایسی نہیں ہوتی۔'' شبلی چچا نے اسے سر سے پیر تک دیکھا اور وہ اور احمد دل کھول کر ہنسے۔

''اچھا بس، سنو، خواتین کے ساتھ نرمی ادب و محبت سے بات کرنا۔''

''کتنی محبت سے۔'' احمد نے پوچھا۔

''جس سے گال پر چانٹا پڑے اس سے کم محبت سے۔''

''چچا آپ کو کبھی پڑا، اس کار خیر میں۔'' حمزہ کو مزا آرہا تھا۔

''دو...... کیا بدتمیزی ہے یہ۔'' ان کی زبان پھر پھسلی پر دیر ہو چکی تھی، احمد اور حمزہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسے۔

''ہم باری باری نماز پڑھنے جایا کریں

گے، دوکان اکیلی نہیں رہے گی۔" ان کے بدتمیز قہقہے بند کرانے کے لئے وہ سمجھانے لگے۔

"جی جی کیوں نہیں۔" دونوں نے کہا۔

دو خواتین دوکان کے اندر آئیں، شبلی چچا انہیں ڈیل کرنے لگے، احمد اور حمزہ جیولری کاؤنٹر پر کھڑے تھے، انجوائے کر رہے تھے بہت، دو بنی ٹھنی لڑکیاں آئیں۔

"یہ کتنے کا ہے۔" نیلے سوٹ والی نے ایک کڑے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

"پچیس کا۔" احمد جھٹ بولا۔

"پچیس کا؟" سفید سوٹ والی حیرانگی سے بولی۔

"صرف پچیس کا؟" حمزہ نے بھی شرکت کی، شامنے چوڑیوں کے کاونٹر پر کھڑے شبلی چچا کے کانوں تک لفظ پچیس گیا اور وہ خواتین کو وہیں چھوڑ کر بھڑک کر ان کے کاؤنٹر تک آئے۔

"چار دے دیں۔" سفید سوٹ والی بولی، شبلی چچا نے دونوں کو گھورا۔

"پچیس سے ان کا مطلب پچیس ڈالرز ہے۔"

"ڈالرز؟" دونوں بیک وقت حیران ہوئیں۔

"دراصل کل ہی یہ دونوں امریکہ سے آئے ہیں۔"

"امریکہ سے یہاں اس دوکان پر کام کرنے؟"

"شوقیہ کام...... یو نو...... کریزی امریکن۔"

"شکل سے لگتے تو نہیں کہ کل ہی امریکہ سے آئیں ہیں، انہیں سمجھا کر کھڑا کرنا تھا یہاں، ہمارا موڈ خراب کر دیا۔۔"

"کم قیمت سن کر آپ کا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا ویسے۔" حمزہ نے اپنی بونگی ماری۔

"تین سو کا ہے یہ۔" شبلی چچا بولے۔

"اتنے زیادہ۔" نیلے سوٹ والی زیادہ ہی حیران ہو گئی۔

"پچیس ڈالرز ہی دے دیں پھر۔" احمد مسکرایا۔

"مجھے تو آپ سب پاگل لگتے ہیں۔" سفید سوٹ والی کو غصہ آ گیا۔

"مفت دے دیں تو ٹھیک لگے گے؟" یہ سوال پوچھتے حمزہ حد درجہ سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"در فٹ۔" نیلے سوٹ والی نے خالص دیہاتی اور جاہلانہ انداز میں کہا اور دونوں دوکان سے نکل گئیں، احمد کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا وہ سمجھا یہ قریب کی پنجاب یونیورسٹی یا این سی اے کالج کی طالبات ہونگی، وہ تو کسی اور ہی جگہ کی طالبات نکلیں۔

"سن لیا۔" شبلی چچا نے مزید دل لگا کر انہیں گھورا۔

"اچھا آپ نے سن لیا۔" احمد ڈھیٹ بن گیا۔

"کنگلا کرو گے کیسے، پچیس روپے میں کوئی تھپڑ نہیں مارتا تم کڑا بیچ دے رہے تھے؟"

"پچیس روپے میں، میں پچاس تھپڑ مار سکتا ہوں۔" حمزہ کے لئے پچیس بھی بہت بڑی رقم تھی۔

"میں سو......" احمد نے بولی لگائی۔

"میں تم دونوں کے گلے دبا دوں گا، مفت میں۔"

☆☆☆

فریال لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی کہ اس کے پاپا انعام علی کا فون آیا وہ اسے بتا رہے تھے کہ وہ آج بھی افطار کے لئے گھر نہیں آ

سکیں گے، انہیں کسی آفشل افطار پارٹی میں جانا ہے، ماما لاؤنج میں ہاتھ میں تسبیح گھوماتیں آئیں تو اس نے انہیں بتا دیا، جسے سنتے ہی ان کے مزاج بگڑے نظر آنے لگے مگر وہ کچھ بولی نہیں۔

"پاپا کتنا مصروف رہتے ہیں نا۔" منال نے ہوم ورک کرتے سر اٹھا کر کہا۔

"ہر کامیاب انسان مصروف ہی ہوتا ہے۔" فریال کو اپنے پاپا پر فخر تھا۔

"کیا دوسرے لوگ کامیاب نہیں؟" منال ہر وقت ڈرامہ ان کہی کا جبران ہی بنی رہتی تھی۔

"پتہ نہیں۔" وہ اس کے سوالوں سے عاجز تھی۔

"کون پتہ کرے گا پھر۔"

"تم کرلو۔"

"اتنی بڑی ہو کر آپ نے اب تک معلوم نہیں کیا، اسی لئے آج تک آپ کی کوئی پوزیشن نہیں آئی۔" جواب میں فریال نے اسے کشن کھینچ مارا۔ ہر کوئی اسے یہی سنا جاتا تھا کہ اس کی پوزیشن نہیں آتی۔

دوسری طرف انعام علی اپنی آفیشل پارٹی کے ساتھ انار کلی بازار گھوم رہے تھے۔

احمد ایک بے حد موٹی خاتون کی موٹی کلائی میں چوڑیاں چڑھانے کی کوششیں کر رہا تھا خاتون کی فرمائش تھی کہ وہ دوکان سے ہی چوڑیاں چڑھوا کر جائے گی۔

"تمہیں چوڑیاں نہیں چڑھانی آتیں؟" خاتون کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا بیس منٹ میں دو ہی چوڑیاں کلائی میں گئیں تھیں باقی کا ڈھیر کاؤنٹر پر ٹوٹ کر لگا ہوا تھا۔

"نازک کلائی میں چڑھانی آتی ہیں۔"

"غربت زدہ...... سوکھی سڑی کلائیوں میں؟" خاتون نے غصے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔

"گھنٹے سے کھڑا کر رکھا ہے مجھے اپنے سامنے گھورنے کے لئے، کام وام آتا نہیں۔" احمد گھورنے کے لفظ پر تلملا کر رہ گیا، خاتون دوکان سے باہر نکلیں۔

"پیسے کون دے گا، ڈھائی تین درجن چوڑی ٹوٹی ہے۔" احمد دوکان سے منہ باہر نکالا کر چلایا، خاتون نے ہاتھ سے اشارہ کیا۔

"مطلب۔"

"جا...... جا۔" حمزہ موبائل پر گیم کھیل رہا تھا ساتھ ساتھ ہنس رہا تھا۔

"واہ کیا خاتون تھیں؟"

ایک انکل اور ایک ماڈرن اور بے حد خوبصورت لڑکی اندر آئے تو حمزہ نے جھٹ موبائل چھوڑ دیا۔

"جی فرمائیے۔" وہ ساتھ ہی مودب بن گیا، لڑکی گردن اکڑائے ایک ادا سے دوکان میں موجود چوڑیوں اور جیولری کا جائزہ لینے لگی۔

"ڈیئر یہ دیکھو۔" انکل نے لڑکی کو گلابی رنگ کے چوڑیوں کے سیٹ کی طرف متوجہ کیا۔

"ڈیئر آپ یہ دیکھیے۔" حمزہ کو بہت جلدی تھی لڑکی کا ڈیئر بننے کی جھٹ ایک دوسرا آسمانی رنگ کا نازک ڈیسنٹ سا سیٹ اتار کر اس کے سامنے کیا، جبکہ اس کے ڈیئر کہنے پر انکل نے اسے گھورا۔

"ویری نائس۔" لڑکی نے حمزہ کا دیا سیٹ پکڑ لیا انکل کا منہ بن گیا۔

"لائیں میں پہنا دوں۔" حمزہ نے ہاتھ آگے کیا کہ وہ لڑکی کا ہاتھ پکڑے۔

"کوئی ضرورت نہیں۔" انکل بھڑک اٹھے۔

"انہیں یہ پسند ہے۔" احمد نے بھی شرکت کی۔

''مجھے نہیں ہے۔'' ان کا غصہ بڑھنے لگا۔
''آپ نے پہنی ہیں؟'' حمزہ نے حیران ہونے کی کمال اداکاری کی۔
''کتنے کا ہے یہ؟'' لڑکی نے نئی ادا سے پوچھا۔
''جو دل چاہے دے دیں۔'' حمزہ کے یہ الفاظ باہر سے آئے شبلی چچا نے سن لئے وہ قریبی دوکان سے مینگو شیک پینے گئے تھے، حمزہ کی اس بات نے ان کے چودہ طبق روشن کر دیئے۔
''پچاس روپے ٹھیک ہیں؟'' انکل بھی کم نہیں تھے۔
''یہ چار سو کا ہے۔'' شبلی چچا لپک کر کاؤنٹر کے پیچھے اور انکل کے عین سامنے جا کھڑے ہوئے۔
''ان کا کہنا ہے جو دل چاہے دے دیں، میں پچاس ہی دونگا۔'' وہ پھیلتے ہی جا رہے تھے۔
''یہ تو پاگل ہیں۔'' چچا نے دانت کچکچائے۔
''تو ایسے پاگل رکھے کیوں ہیں دوکان میں؟''
''آپ انہیں پیسے دیتے ہیں یا میں جاؤں۔'' ماڈرن لڑکی کو اس بھاؤ تاؤ کی بحث سے ہتکی محسوس ہونے لگی۔
''لے دیں اپنی بیٹی کو۔'' حمزہ نے بروقت بدلہ لیا۔
''شٹ اپ۔'' حمزہ سے کہا اور اپنی ڈیئر کا ہاتھ پکڑ کر دوکان سے باہر لے آئے لڑکی جھنجھلا گئی۔
''سب کو ایسے ہی بھگا دیا کرو، بہت نکھے ہو تم، دو پیسے نہیں کما سکتے، ہر وقت شغل، مذاق۔'' شبلی چچا ناراض ہو گئے تو وہ دونوں سنجیدہ ہو گئے، رات دو بجے تک سنجیدگی سے دوکان داری کرتے رہے، حمزہ کا تو سر پھٹا جاتا تھا عورتوں کی چی چی چوں چوں سے، ساری دوکان اتروا لیتی اور لے کر کچھ نہ جاتیں، ایک دو روپے کے لئے گھنٹہ بحث کرتیں اور پھر لے کر بھی نہ جاتیں، دوکان بند کرنے سے پہلے انہوں نے پیسے گنے، حساب کیا اچھی بچت ہو گئی تھی، شبلی چچا نے ایک ایک ہزار دونوں کو دیا۔

اگلے دن وہ لوگ خریداری کرنے ایک ساتھ گئے دوکان عارضی طور پر اس کے اصلی مالک کے پاس تھی شام تک کے لئے ان لوگوں نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ افطار کے بعد وہاں چلے جائیں گے، حمزہ اور احمد کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی زندگی میں پہلی بار دل کھول کر خریداری کرنے والے تھے وہ، شبلی چچا نے خندہ پیشانی سے انہیں خریداری کروائی، جب وقت وہ پرفیوم شاپ میں تھے فریال ٹھیک اسی شاپ کا گلاس ڈور دھکیلتی اپنی مام کے ساتھ اندر آئی، احمد نے دیکھ تو لیا تھا لیکن ظاہر ایسے کیا جیسے وہ اپنی ہی خریداری میں اتنا مصروف ہے کہ آس پاس کی خبر نہیں۔
''دس بارہ تو فرینڈز کے لئے ہو گئے نا، تین چار اپنے لیے لے لیتے ہیں۔'' فریال اس کے قریب کے کاؤنٹر پر آ کر کھڑی ہوئی تو وہ بلند آواز سے بظاہر حمزہ سے مخاطب ہوا، شبلی چچا کچھ کلاک دیکھ رہے تھے۔
''دس بارہ؟'' حمزہ حیران ہو کر بولا احمد نے آنکھ مار کر فریال کی طرف اشارہ کیا فریال نے انہیں دیکھ لیا تھا حیران وہ یوں ہوئی کہ ان غریب غربا کا وہاں کیا کام۔
''او ہائے فریال۔'' احمد نے اسے اچانک دیکھ لئے جانے کی اداکاری کی، اس نے صرف گھور کر منہ بنایا۔

''تم بھی اسی شاپ میں آتی ہو۔'' احمد ہمت نہیں ہارا تھا۔
''نئے نئے ملازم ہوئے ہو اس شاپ میں۔'' فریال نے جل کر پوچھا۔
''تم چھوڑ چکی ہو؟''
فریال نے جواب دینا بھی مناسب نہیں سمجھا احمد کو دیکھتے ہی اسے ہر بار اپنا یونیورسٹی کے کوریڈور میں گرنا یاد آ جاتا تھا۔
''لیا نہیں تم نے کچھ؟'' اس کی ماما پوچھ رہی تھیں احمد اور حمزہ لپک کر ان کے قریب آئے، انہیں حد درجہ سعادت مندی سے سلام کیا۔
''ہم فریال کے دوست ہیں آنٹی۔'' احمد نے بہت احترام سے آنٹی کو بتایا۔
''اچھا...... اچھا...... خریداری ہو رہی ہے عید کی؟''
''فی الحال صرف دوستوں کے لئے اور آپ؟''
''میں تو فریال کے پاپا کے لئے آئی تھی۔''
''چلیں بچوں؟'' شبلی چچا قریب آئے، احمد نے ان کا تعارف آنٹی سے کروایا، فریال نے بھی سلام کر ہی لیا شبلی چچا کی پرسنلٹی ہی کمال کی تھی فریال کو یقین نہیں ہوا کہ وہ انہی کے ساتھ ہیں، ان دونوں کو تو ہمیشہ لنڈے کی ٹی شرٹس میں ہی دیکھا تھا کہاں شبلی چچا کی امریکن ڈریسنگ، فریال کی ماما کے تاثرات تو اور کمال کے تھے، کبھی فریال نے ذکر ہی نہ کیا۔
''تم دونوں کبھی گھر نہیں آئے؟'' وہ پوچھ رہیں تھیں فریال ہکا بکا رہ گئیں احمد اور حمزہ کی بتیسی باہر آ گئی۔
''فریال نے کبھی بلایا ہی نہیں۔'' احمد بولا۔
''آپ لوگ کیوں نہیں آتے ہمارے گھر افطار کے لئے؟'' شبلی چچا نے دعوت ہی دے ڈالی۔
''پہلے آپ آ جائیں، کل کیسا رہے گا؟'' فریال کی ماما نے بھی بھرپور دعوت دی۔
''ٹھیک ہے آنٹی، ہم ضرور آئیں گے۔'' حمزہ نے دعوت پکی کی، فریال اپنی ماما کو خفگی سے اور ان دونوں کو غصے سے دیکھنے لگی۔
''ہم کل کا انتظار کریں گے۔'' احمد کی زبان سے پھسلا۔
''میر مطلب ہے آپ کل ہمارا انتظار کیجئے گا۔''
''ضرور۔'' وہ مسکرائیں۔

☆☆☆

افطار اور پھر ڈنر کے ساتھ ان دونوں نے فریال کی گھوریاں بھی کھائیں، وہ دونوں ایک جیسے نئے نئے خریدے گئے براؤن کرتوں اور سفید شلوار میں بہت پیارے لگ رہے تھے، فریال کی ماما کو تو دونوں ہی اچھے لگے، وہ سب لاؤنج میں بیٹھے آئسکریم سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔
''رمضان میں بھی انعام صاحب اتنی دیر تک آفس میں رہتے ہیں؟'' شبلی چچا نے پوچھا۔
''رمضان ہی کیا وہ تو ہر وقت ہی مصروف رہتے ہیں۔'' وہ بے چاری بھری ہی بیٹھی تھیں۔
''انہی کی محنت کی وجہ سے آپ اتنی عیش، میرا مطلب آرام دہ زندگی گزار رہی ہیں؟'' حمزہ کو کھاتے ہوئے بولنا ہی نہیں آتا تھا الٹا ہی بولتا تھا۔
''اگر میرے پاپا اتنی محنت نہ کریں تو ہم کنگلوں کی طرح زندگی گزاریں۔'' کہا تو فریال نے مسکرا کر پر احمد اور حمزہ دونوں تلملا کر رہ گئے۔
''پاپا آ گئے۔'' پورچ میں کار رکنے کی آواز سے منال لپک کر باہر نکلی اور واپس آئی تو ایک

جانے پہچانے صاحب ان کے ساتھ تھے۔

''تم...... تم دوکان والے۔'' احمد پر نظر پڑتے ہی وہ بھڑک اٹھے، کھڑے کھڑے ہی بولے۔

''میں فریال کا کلاس فیلوہ ہوں سر، یہ میرے چچا ہیں اور یہ حمزہ، ویسے آپ کس دوکان کی بات کر رہے ہیں؟'' کتنا معصوم لگ رہا تھا احمد۔

انعام علی نے ایک نظر میں ان تینوں کو تولا، تینوں کے تاثرات کافی دھمکی انگیز سے تھے۔

''آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔'' شبلی چچا بھی پیچھے نہیں رہے۔

''افطار پر آپ کا کافی انتظار کیا۔'' حمزہ نے بھی چھیڑا۔

''میں مصروف تھا۔'' وہ ضبط سے بیٹھتے ہوئے بولے۔

''انارکلی میں؟'' احمد باز نہیں آیا۔

''انعام صاحب اگلے ہفتے آپ کو ہمارے گھر آنا ہے اپنی فیملی کے ساتھ، آپ کے آنے سے ہمیں بے حد خوشی ہوگی۔''

''چچا اور وہ ان کی ڈیئر۔'' احمد نے جان بوجھ کر بات ادھوری ہی چھوڑی وہ اسے کچا کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔

فریال کے گھر سے وہ دوکان پر آ گئے، دو لڑکے آئے، نوجوان ذرا شرمائے ہوئے گھبرائے سے، کہ کوئی دیکھ نہ لے ایک تو بار بار گردن پیچھے موڑ موڑ کر دیکھ رہا تھا۔

''یہ اس کی کلائی میں آجائے گی۔'' گو اس نے سرگوشی کی صورت بات کی تھی اپنے دوست سے لیکن حمزہ بھی بڑی چیز تھا۔

''کس کی کلائی میں؟''

''ان کی بہن کی۔'' سوال حمزہ نے کیا جواب احمد نے دیا لڑکے سٹپٹا گئے۔

''یہ اس کی کلائی میں نہیں آئے گی۔'' حمزہ نے مزے سے لڑکے سے خطاب کیا۔

''آپ کو کیسے پتہ؟'' لڑکا مشکوک نظر آنے لگا۔

''یہ ڈھائی انچ کی چوڑی ہے بہت موٹی کلائی میں آئی ہے۔''

''آپ کی والدہ محترمہ کیا ڈھائی انچ......''

''وہ اتنی موٹی نہیں ہے۔'' لڑکا بھڑک اٹھا۔

''آپ کی والدہ؟'' احمد نے پوچھا۔

لڑکا جز بز ہو گیا ناچار ساتھ کھڑے دوست کی طرف اشارہ کیا۔

''نہیں اس کی بھابھی۔''

''تم اس کی بھابھی کے لئے چوڑیاں لے رہے ہو اور یہ نہیں لے رہا، کتنی بری بات ہے۔''

حمزہ ایسے معاملات کا مزہ لینا خوب آتا تھا۔

''یہ کیوں لے گا اس کے لئے؟'' لڑکا مزید بھڑک گیا۔

''تم بھی تو لے رہے ہو۔'' احمد نے تیل ڈالا۔

''اوف...... نہیں لیتا میں بھی۔'' وہ سیٹ پٹخ کر باہر نکل گیا، شبلی چچا ضبط سے دیکھتے رہے، احمد اور حمزہ نے دانت نکال کر دکھائے۔

☆☆☆

دوکان سے فارغ ہو کر وہ لکشمی چوک سحری کھانے کے لئے آ گئے، رمضان المبارک میں لاہور کے بازاروں اور خاص کر سڑک کنارے بنے ہوٹلوں، دوکانوں کا نظارہ دیکھنے لائق ہوتا ہے ایسے دنوں میں لاہور اور لاہور والے راتوں کو آنکھیں نہیں جھپکتے، رات کو وہ نظارہ ہوتا ہے کہ دن کی گہما گہمی کو مات کرتا ہے۔

سڑک کنارے بیٹھے وہ لوگ گرما گرم کباب کھا رہے تھے، قریب ہی جگ بھر پستے بادام کا دودھ رکھا تھا، کئی کاریں آس پاس ادھر ادھر کھڑی تھیں لوگ فیملیز اور فرینڈز کے ساتھ سحری کھانے آئے ہوئے تھے۔

احمد کی نظر ان سے ذرا فاصلے پر آ کر رکنے والی کار پر پڑی اور وہ آنکھیں چندھیا کر کار کی فرنٹ سکرین کو گھورنے لگا، حمزہ کی نظر بھی پڑ گئی، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑے ہوئے، شبلی چچا مٹی کے پیالے میں جمی کھیر انگلی سے کھانے میں مصروف تھے، احمد اور حمزہ دونوں کار کے قریب آ گئے احمد انعام علی کی طرف کی کھڑکی میں اور حمزہ ڈیئر کی کھڑکی کے پاس۔

''گھر سے اس وقت نکلنے کے لئے مجھے بہت پاپڑ بیلنے پڑے۔'' وہ لڑکی کی طرف رخ کئے اسے بتا رہے تھے باہر سے انجان تھے۔

''ہیلو انکل۔'' احمد پہلے کھڑکی میں جھک کر بولا۔

''تم۔'' وہ بری طرح سے گھبراتے نہ تو کیا کرتے۔

''جی ہم۔'' حمزہ بھی بولا اور ہاتھ میں پکڑے موبائل سے تصویر بنائی۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔'' لڑکی انعم چلائی۔

''دفعان ہو جاؤ یہاں سے۔'' انکل بھی چلائے، حمزہ تصویریں بناتا ہی رہا، جب تک وہ کار وہاں سے بھگا کر نہیں لیں گئے۔

''دو بیٹیاں ہیں ان کی۔'' احمد کو غصہ آیا۔

''اور ساتھ کسی اور کی بیٹی، کہاں جا رہے ہیں لوگ رمضان المبارک میں ایسے کام افسوس کا قیام ہے۔'' احمد نے فون نکال کر فریال کو کال کی وہ اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی خود کو کچھ کھانے کے لئے راضی کر رہی تھی، احمد کی کال دیکھ کر منہ بن گیا۔

''تمہارے پاپا کہاں ہیں؟''

''تمہیں اس سے کیا؟''

''کہاں ہیں وہ؟'' اس کا انداز ذرا سخت ہو گیا۔

''مسجد...... وہاں اہتمام تھا سحری کا، تم کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''جس مسجد میں وہ ہیں اسی میں میں ہوں نا۔''

''تو مجھے کیوں فون کر کے پوچھا؟''

''ایویں...... دل چاہ رہا تھا۔'' احمد مسکرایا تو فریال کا خون کھولنے لگا۔

اسی دن کی شام کو انعام علی اپنی بیگم اور فریال پر برسنے لگے۔

''کیا ضرورت تھی ان لفنگوں کو گھر بلانے کی۔'' فریال تو حیران رہ گئی ٹھیک ہے وہ انہیں پسند نہیں کرتی تھی وہ بھی فضول سی وجہ سے، لیکن اتنا وہ جانتی تھی کہ بہر حال وہ لفنگے نہیں ہیں، پوزیشن ہولڈرز ہیں اور پروفیسرز کے چہیتے اور پھر اس کے پاپا کیوں لفنگے کہہ رہے تھے۔

''کیا ہوا پاپا؟'' اس نے پوچھ ہی لیا۔

''بس وہ تمہارے یونیورسٹی فیلوز ہیں یا کچھ بھی تم ان سے کبھی بات مت کرنا، ایسے ہی منہ اٹھا کر تمہاری ماں ہر کسی کو گھر بلا لیتی ہے۔''

فریال نے ان کے غصے کو دیکھتی ہی رہ گئی، وہ غصہ کر رہے تھے اور وجہ بھی نہیں بتا رہے تھے، رات گئے تک وہ شش و پنج میں رہی پھر احمد کو فون کر ہی لیا، پہلی بار اس کا خیال تھا کہ شاید کچھ ہوا ہو۔

''میں جو تمہیں بتاؤں گا وہ تمہیں اچھا نہیں لگے گا۔'' احمد نے سنجیدگی سے کہا۔

''ایسا کیا ہے۔'' وہ اور پریشان ہو گئی اور

اگلے دس منٹ تک احمد کی بات تحمل سے سننے کے بعد مزید پریشان ہو گئی، اسے یقین نہیں آ رہا تھا، احمد نے اس کے آئی ڈی میں تصویریں بھیج دیں، وہ دیکھ کر بھی اسے یقین نہیں آیا اور وہ آنکھوں سے آنسو بھی پونچھنے لگی، ساری رات سو بھی نہ سکی، مما کو بتا کر وہ پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

''تمہاری ماما سے کہا تو ہے کہ تم دونوں کو پاکستان بھیج دے، پر اس کا خیال ہے کہ ہر سڑک، ہر گلی، ہر گھر کے باہر ایک دہشت گرد بم ہاتھ میں لئے کھڑا ہے، ہاں یار میں بھی تمہیں بہت یاد کرتا ہوں، نہیں میں نہیں مانوں گا، تم اپنی ماما کو مناؤ، نہیں نہیں، اس بار مجھے عید پاکستان میں ہی کرنی ہے، نہیں آؤں گی میں، بس نہیں ہم...... ہاں ہوں ناراض...... تم سب کے ساتھ میں اتنا عرصہ رہا اور تم سب ایک بار بھی میرے پاس نہیں آ سکتے ...... ٹھیک ہے...... بائے......'' عائزہ کے بیٹے صارم سے بات ختم کر کے وہ کھڑکی میں آن کھڑے ہوئے، احمد نے اتفاقاً کمرے کے آگے سے گزرتے سب باتیں سن لی تھیں اور جیسے اب وہ کھڑے تھے وہ بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا کہ وہ اداس ہو گئے ہیں۔

''کیا ہوا چچا؟'' وہ ان کے پاس آیا۔

''بیٹا، بٹی کو یاد کر رہے ہیں۔''

''انہیں بھی اور بچوں کو بھی، میں چھوٹا تھا تو میرا باپ نہیں تھا، بڑا ہوا تو ماں نہ رہی، بچے بڑے ہوئے تو بیٹی بیاہ کر چلی گئی، بیوی خدا کے پاس اور بیٹا امریکہ سیٹل ہونے، میرے سارے اپنے کبھی ایک ساتھ اکٹھے نہیں ہو سکے۔'' انہوں نے گہرا سانس لیا۔

''اور میں زیادہ ہی جذباتی ہو رہا ہوں نا؟''

''میں بھی ہونا چاہتا ہوں۔'' احمد نے منہ بسورا۔

''کیا خیال ہے روزے داروں کو جگانے چلیں؟'' شبلی چچا دل سے مسکرائے۔

''نیکی اور پوچھ پوچھ؟'' تینوں اس بار دس روزوں کے وقفے سے آئے تھے اور کیونکہ شرارت پر آمادہ تھے تو ٹھیک منے کے ابا کے گھر کے باہر کھڑے تھے، حمزہ نے اندھیرے میں انگلیاں دکھا کر ایک دو تین کیا اور تین پر شبلی چچا نے خوب زور لگا کر ڈھول بجایا۔

''منے کے ابا یہ منحوس مرے نہیں ابھی تک، لو پھر آ گئے، آج ان کے گلے دبا کر ہی آنا۔'' جب تک دروازہ کھلنے کی آواز آئی وہ دونوں بھاگ گئے۔

اگلے دن شبلی چچا دونوں کو بتائے بغیر اسی گھر دن کے اجالے میں گے، خاتون خانہ ہی تھیں گھر میں، ان سے معذرت کی، منے کے لئے پھل لے گئے تھے وہ دیئے اور بتایا کہ انہیں تنگ کرنا ہرگز مقصود نہیں تھا، خاتون خانہ نہ پہلے تو دو چار باتیں سنائیں پھر مسکرانے لگیں، ہر کوئی بجلی اور مہنگائی کے ہاتھوں ہی خوار تھا ورنہ لوگوں کے مزاج و اخلاق اتنے برے نہ تھے۔

رمضان المبارک کا آخری عشرہ چل رہا تھا اس لئے دوکان والے نے اپنی دوکان لے لی تھی، وہ تینوں ادھر ادھر کے ہوٹلوں میں سحر و افطار کرتے، شبلی چچا انہیں نت نئے سڑک کنارے کے ہوٹلوں میں لے جاتے۔

پھر رات گئے تک واک کرتے، شبلی چچا ان کے ساتھ بہت خوش تھے، انہیں لالچ سے مبرا یہ نوجوان اچھے لگے، حمزہ کی اماں اس کے ماموں کے ساتھ رہنے پر مجبور تھیں، جوانی میں بیوہ ہو گئی تھیں، حمزہ سے چھوٹی ایک بہن بھی تھی جو کالج بھی جاتی تھی اور ٹیوشن بھی پڑھاتی تھی اور رات

دن مامی کا گھر بھی سنبھالتی تھی، حمزہ ہی ان کی پہلی اور آخری امید تھا، ایک گھر کی ٹیوشن اسے بھی ملی ہوئی تھی لیکن وہ لوگ رمضان کے لئے مری میں شفٹ ہو گئے تھے ایڈوانس اسے دے گئے تھے جو وہ اماں کو دے آیا تھا، شبلی چچا نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر ایم بی اے فائنل میں ان کا رزلٹ شاندار رہا تو ان کے لئے نوکری کا بندوبست وہ کریں گے۔

احمد اور حمزہ اسی پر ان کے شکر گزار تھے، انہوں نے پیدا ہوتے ہی محرومیاں دیکھیں تھیں مسئلہ غربت نہیں تھا مسئلہ تنگ دلی تھا جو ان کے رشتے داروں کے دلوں میں تھا، حمزہ کے پاس تو پھر ماں بہن تھی احمد کے پاس وہ بھی نہیں تھے، چچا میں اس کی جان تھی لیکن اگر چچی بھی اپنا اخلاق کچھ بہتر کر لیتی تو وہ گھر اس کے لئے جنت ہوتا۔

اگلے دن حمزہ نے گھر فون کیا تو پریشان ہو گیا، اماں بیمار تھیں اس نے محسوس کر لیا تھا مگر وہ اسے بتا نہیں رہیں تھیں، وہ ان کے پاس جا رہا تھا۔

''تم انہیں اپنے ساتھ لے آؤ حمزہ۔'' شبلی چچا نے سنا تو سنجیدگی سے کہا۔

''اپنے ساتھ لا کر رکھوں گا کہاں، میں خود تو ہوسٹل میں رہتا ہوں، چند دنوں کے لئے لایا تو مامی دوبارہ گھسنے نہیں دیں گی، ابھی تعلیم مکمل نہیں ہوئی، انہیں کہاں سے سنبھالوں گا۔'' وہ اور پریشان نظر آنے لگا۔

''عید تک وہ ہمارے ساتھ رہ لیں گی، اس دوران میں ماڈل ٹاؤن کا گھر ذرا ٹھیک کروا لوں گا چھوٹا سا گھر ہے بند پڑا ہے، تم وہاں رہ لینا، جاب مل جائے تو مجھے ایک ساتھ کرایہ دے دینا۔'' حمزہ انہیں دیکھ کر مسکرایا۔

''آپ اتنا کچھ کر رہیں ہیں میرے لئے، ایک اجنبی کے لئے؟''

''اجنبی ہونے کو ہم سب اجنبی ہیں، ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی، ورنہ عزت سے احترام سے، پیار و محبت سے کسی کو بھی اپنا بنایا جا سکتا ہے۔''

''آپ مجھ سے کرایہ لیں گے نا؟'' اسے شک تھا کہ وہ اسے یہ سب از راہ مہربانی عنایت کر رہیں ہیں۔

''ہاں ہاں جوان میں جانتا ہوں کہ تم بہت غیرت مند ہو ایسے تھوڑی میری مدد لو گے۔'' حمزہ انہی کی کار لے گیا اور شام تک صدف اور اماں کو ساتھ لے آیا، اس نے مامی کو بتا دیا تھا کہ اس نے لاہور میں ان کے لئے رہائش کا بندوبست کر لیا ہے وہ خوش تو کیا ہوتیں جل بہت گئیں، ماموں البتہ آبدیدہ ہو گئے اور خوش بھی کہ چلو اب بیٹا ہی اس قابل ہو گیا ہے، اماں نے ہی اپنا زیور بیچ بیچ کر فیسیں بھری تھیں، اچھے دن آنے ہی والے تھے، ان اچھے دنوں کا آغاز رمضان المبارک سے ہی ہو گیا تھا، حمزہ تو کھل اٹھا، اس کی اماں کو اب کہیں جا کر سکون کا سانس آیا تھا، کام کرنے کی انہیں عادت ہی تھی، بخار ٹھیک ہوا تو حاجرہ بی کے ساتھ لگی رہتیں، صدف سے حمزہ نے کہہ دیا تھا کہ وہ پرائیوٹ ایف اے کے امتحان لاہور سے دے لے۔

شبلی چچا نے فون کر کر کے فریال کو افطار پر آنے کے لئے کہا، اس نے ناں بھی نہیں کی تو ہاں بھی نہیں کی۔

رات کو وہ لوگ شاپنگ سینٹر میں شاپنگ کر رہے تھے کہ پھر سے انعام علی اور انعم انہیں نظر آ گئے، انعم شاپنگ بیگز سے لدی پڑی تھی، احمد نے جھٹ فون نکال کر فریال کو فون کیا، وہ بھی گلبرگ میں رہتی تھی جھٹ شاپنگ سینٹر آ گئی، احمد اور حمزہ

ان کے پیچھے پیچھے ہی تھے۔
فون پر فریال کو گائیڈ کرتے رہے اور فریال عین اپنے پاپا کے سامنے جا کھڑی ہوئی، وہ اتنی بری طرح سے گھبرا گئے کہ ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز ہاتھ سے چھوٹ گئے۔

"پاپا یہ کون ہیں؟" اس کی آواز رندھ گئی، انعم بے نیازی سے کھڑی رہی۔

"یہ انعم ہیں، میرے آفس میں کام کرتیں ہیں، یہاں اتفاق سے مل گیں تو سوچا ان کی مدد سے تم سب کے لئے بھی گفٹس لے لوں۔"

"اچھا تو یہ سب ہمارے لئے ہیں۔" فریال نے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا۔

"بالکل۔" انعام علی نے ساتھ پرزور انداز سے سر بھی ہلایا۔

"لائیں یہ سب میں پکڑ لیتی ہوں۔"

"شکریہ انعم اب آپ کی مدد کی ضرورت نہیں ہے میں آ گئی ہوں۔" اس نے نہ صرف کہا بلکہ بڑھ کر انعم کے ہاتھ سے بھی بیگز بھی لینے چاہے، انعم دو گھنٹے لگا کر دل جمی سے شاپنگ کی تھی اتنا کھپ کر اب وہ یہ بیگز کیسے جانے دیتی وہ بیگز چھوڑ ہی نہیں رہی تھی، فریال نے اچنبھے سے انعام علی کی طرف دیکھا وہ گڑبڑا گئے انعم کو گھورنے لگے، لیکن انعم بھی ڈھیٹ تھی ان کی نظریں سمجھ کر بھی نظر انداز کر رہی تھی۔

"پاپا یہ تو دے ہی نہیں رہیں۔" فریال نے اطمینان سے اپنے پاپا کی طرف دیکھ کر کہا

"مذاق کر رہیں ہیں بیٹا، میں انعم...... ٹھیک کہہ رہا ہوں نا میں؟"

"میں مذاق نہیں کر رہی، یہ سب میری چیزیں ہیں...... میں اسے کیوں دوں۔" انعم نے ان کی پوزیشن کا ذرا سا بھی لحاظ کیے بغیر صاف کہہ دیا، انعام علی ہکا بکا رہے گئے، کیا چیز ہوتیں ہیں عورتیں، اتنا کچھ پہلے لے کر دیا، اتنا کچھ اب لیا، لیکن وہ موقع کی نزاکت ہی نہیں سمجھ رہی تھی۔

"مس انعم......" انہوں نے پھر بات سنبھالنی چاہی۔

"میں نہیں دونگی۔" اس نے ان کی طرف دیکھ کر صاف کہا اور ٹک ٹک کرتی آگے بڑھ گئی، فریال اپنے پیارے پاپا کی طرف دیکھنے لگی، آنسو اس کے گالوں پر آ کر پھسلنے لگے۔

"آپ سے یہ امید نہیں تھی۔" اتنا ہی کہہ کر وہ آگے بڑھ گئی انعام علی اس کے پیچھے لپکے۔

انعام علی کی بیگم ایک سادہ سی گھریلو خاتون تھیں جو انعام علی انہیں بتاتے وہ اس پر یقین کر لیتیں، زیادہ سوال جواب وہ نہیں کرتیں تھیں اب اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اگر بیویاں ایسی ہو تو شوہر آزادی سے کچھ بھی کرتے پھرے۔

فریال چھپ چھپ کر روتی رہی، انعام علی اسے مناتے رہے، فریال نے ماما کو نہیں بتایا تھا یہی بہت تھا ان کے لئے، پہلے وہ جھوٹ بولتے رہے، پھر صفائیاں دینے لگے اور پھر انہوں نے اپنی پیاری بیٹی سے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ انعم سے نہیں ملیں گے، فریال کو ان پر یقین نہیں تھا اب......اور اسے یقین دلانے کے لئے وہ وقت پر گھر آنے لگے، ان سب کو لے کر عید کی شاپنگ کے لئے چلے جاتے، اپنا نمبر بھی تبدیل کر دیا اور پھر فریال کے کہنے پر رمضان المبارک کے آخری جمعے کی افطاری کے لئے شبلی صاحب کے گھر بھی آ گئے، گو وہ آنا نہیں چاہتے تھے لیکن آ گئے، شبلی صاحب کے گھر کی رونق تو دیکھنے لائق تھی، ان کے پوتا پوتی بھی امریکہ آسٹریلیا سے آ چکے تھے۔

لان میں واک کرتے شبلی صاحب نے دھیمی آواز میں ایک بات ان سے کہی۔

"خاندان بنائے رکھنے کے لئے بہت

جدوجہد کرنی پڑتی ہے اور یہ ساری جدوجہد خاندان کے سربراہ رتے ہیں۔" ساتھ ان کے کاندھے پر تھپکی دی اور مسکرانے لگے، انعام علی انہیں شرمندگی سے دیکھ کر رہ گئے۔

آتے ہوئے شبلی صاحب نے سب کو عید کے تحائف دیئے، چاند رات کو احمد ایک چھوٹا سا تحفہ پیک کر کے فریال کے گھر دے آیا، ان دونوں میں اچھی دوستی نہیں تھی لیکن ہو تو سکتی تھی نا۔

ان سب کے لئے یہ عید بہت خاص تھی، اسے پیار و محبت سے خاص بنایا گیا تھا۔

حمزہ کو یہ خوشی تھی کہ وہ پہلی بار آزادی و سکون سے اپنی اماں کے ساتھ عید منا سکے گا، اس نے ایک لمبا عرصہ اس وقت کے لئے انتظار کیا تھا، اسے لگتا تھا دو ڈھائی سال اسے اور لگ جائیں گے نوکری ملنے اور رہائش کا انتظام کرنے میں وہ شبلی چچا کا دل سے ممنون ہو گیا تھا۔

شبلی چچا ان دونوں کے ممنون تھے، ایک عرصے بعد وہ اپنے دل کے ارمان نکال سکے تھے۔

عید کی نماز پڑھ کر ان سب نے مل کر ناشتہ کیا، کھانے پینے کی چیزیں حمزہ کی ماں نے بنائیں تھیں اور کیا خوب بنائیں تھیں۔

عیدی میں شبلی چچا نے ان دونوں کو عارضی ایوننگ جاب کا عندیہ دیا، پے اچھی تھی دونوں کی، اس جاب کے لئے انہوں نے اپنے بیٹے سے بات کی تھی اور بیٹے نے لاہور میں ایک چھوٹی سی کمپنی چلانے والے اپنے دوست سے۔

رات کا کھانا ان سب کا فریال کے گھر تھا، احمد نے عید کارڈ میں فریال کے لئے ایک بات لکھی تھی۔

"بڑے گھروں میں نہیں بڑے دلوں میں گھر بسانا چاہیے میرے پاس چھوٹا یا بڑا کوئی بھی گھر نہیں ہے لیکن ایک بے حد بڑا دل ضرور ہے۔" فریال اس بات پر مسکرا دی، کارڈ کا احتیاط سے سنبھال کر الماری میں رکھ دیا، وہ کارڈ جس پر بے شمار رنگوں کے بے شمار پھول کھلے تھے اور جس پر عید مبارک لکھا تھا۔

☆☆☆

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں

ابن انشاء

☆ اردو کی آخری کتاب ....
☆ خمار گندم ....
☆ دنیا گول ہے ....
☆ آوارہ گرد کی ڈائری ....
☆ ابن بطوطہ کے تعاقب میں ....
☆ چلتے ہو تو چین کو چلیے ....
☆ نگری نگری پھرا مسافر ....
☆ خط انشاء جی کے ....
☆ اس بستی کے اک کوچے میں ....
☆ چاند نگر ....
☆ دل وحشی ....
☆ آپ سے کیا پردا ....

ڈاکٹر مولوی عبد الحق

☆ قواعد اردو ....
☆ انتخاب کلام میر ....

ڈاکٹر سید عبداللہ

☆ طیف نثر ....
☆ طیف غزل ....
☆ طیف اقبال ....

لاهور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710797